662

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 21-جون 2011

اجلاسوں کی فہرست کارروائی

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

مطالبات زر بابت سال 2012-2011 پر بحث اور رائے شماری

مطالبہ نمبر PC-21001	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 44 لاکھ 34 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدافیون برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 1 تا 9 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21002	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو ایک ارب 96 کروڑ 71 لاکھ 54 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدمالیہ اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 11 تا 45 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21003	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 5 کروڑ 50 لاکھ 1 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صوبائی آبکاری برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 47 تا 62 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21004	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 17 کروڑ 62 لاکھ 24 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 ے دوران صوبائی	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 63 تا 72 ملاحظہ فرمائیں۔

مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد اسٹامپ برداشت کرنے پڑیں گے۔

663

مطالبہ نمبر PC-21005	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو ایک ارب 47 کروڑ 8 لاکھ 22 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جنگلات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 73 تا 98 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21006	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 96 لاکھ 63 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد رجسٹریشن برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 99 تا 110 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21007	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 82 لاکھ 11 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد اخراجات برائے قوانین موٹر گاڑیاں برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 111 تا 124 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21008	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 36 کروڑ 76 لاکھ 36 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد دیگر ٹیکس و محصولات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 125 تا 146 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر PC-21009	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو9-ارب63کروڑ69لاکھ80 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد آبپاشی وبحالی اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال12-2011 جلد اول کے صفحات 147تا 290 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21010	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 16-ارب 26 کروڑ64 لاکھ82 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد انتظام عمومی برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 311تا795 ملاحظہ فرمائیں۔

664

مطالبہ نمبر PC-21011	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو6-ارب74کروڑ21لاکھ19 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد نظام عدل برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 797تا858 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21012	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو4-ارب6کروڑ87لاکھ 30 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد اخراجات برائے جیل خانہ جات وسزا یافتگان کی بستیاں برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال12-2011 جلد اول کے صفحات 859تا897 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21013	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو52-ارب 11 کروڑ67 لاکھ85 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پولیس برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات899تا992 ملاحظہ فرمائیں۔
	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو4کروڑ86لاکھ68ہزار روپے	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال

مطالبہ نمبر PC-21014	سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد عجائب خانہ جات برداشت کرنے پڑیں گے۔	2011-12 جلد اول کے صفحات 993 تا 1005 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21015	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 25۔ارب 59 کروڑ 45 لاکھ 31 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعلیم برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2011-12 جلد اول کے صفحات 1007 تا 1247 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21016	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 26۔ارب 40 کروڑ 28 لاکھ 89 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات صحت برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات 1 تا 302 ملاحظہ فرمائیں۔

665

مطالبہ نمبر PC-21017	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 2۔ارب 11 کروڑ 79 لاکھ 46 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صحت عامہ برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات 303 تا 339 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21018	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 4۔ارب 77 کروڑ 98 لاکھ 57 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زراعت برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات 341 تا 469 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21019	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 33 کروڑ 92 لاکھ 85 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات 471 تا 486 ملاحظہ فرمائیں۔

مدماہی پروری برداشت کرنے پڑیں گے۔

مطالبہ نمبر PC-21020

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو2۔ ارب35 کروڑ41 لاکھ52ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2012کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدویٹرنری برداشت کرنے پڑیں گے۔

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات 487تا 603ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر PC-21021

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو11 کروڑ76لاکھ49ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل اداخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدامداد باہمی برداشت کرنے پڑیں گے۔

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات 605تا 629ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر PC-21022

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو6۔ ارب22 کروڑ 59 لاکھ90ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2012کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صنعتیں برداشت کرنے پڑیں گے۔

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات 631تا 687ملاحظہ فرمائیں۔

666

مطالبہ نمبر PC-21023

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جوایک ارب38 کروڑ71 لاکھ 25ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدمتفرق محکمہ جات برداشت کرنے پڑیں گے۔

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات 689تا 785ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر PC-21024

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جوایک ارب 66کروڑ15 لاکھ13ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدسول ورکس برداشت کرنے پڑیں گے۔

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات 787تا 836ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 3۔ارب 25 کروڑ39

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال

PC-21025	لاکھ29ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مواصلات برداشت کرنے پڑیں گے۔	2011-12جلد دوم کے صفحات 837تا 887ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21026	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو23 کروڑ60 لاکھ 26ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2011-12جلد دوم کے صفحات 889تا907ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21027	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو6 کروڑ57لاکھ 57ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ریلیف برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2011-12جلد دوم کے صفحات909تا 922ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21028	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو40۔ارب 49 کروڑ62لاکھ 15ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پنشن برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2011-12جلد دوم کے صفحات929 تا 934 ملاحظہ فرمائیں۔

667

مطالبہ نمبر PC-21029	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو13 کروڑ 33 لاکھ 59ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سٹیشنری اینڈ پرنٹنگ برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2011-12جلد دوم کے صفحات 935تا 959ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21030	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو30۔ارب روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2012کو	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2011-12جلد دوم کے

	ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سبسڈیز برداشت کرنے پڑیں گے۔	صفحات 961تا 965ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21031	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو ایک کھرب 75۔ارب 60 کروڑ 34 لاکھ 61 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد متفرقات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 967تا1125ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21032	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 4 کروڑ 59 لاکھ 65 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شہری دفاع برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 1127تا1141ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-13033	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو ایک کھرب 8۔ارب 45 کروڑ 46 لاکھ 44 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد غلے اور چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 1143 تا 1162 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-13034	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 2 کروڑ 43 لاکھ 81 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد میڈیکل سٹورز اور کوئلے کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 1163 تا 1174 ملاحظہ فرمائیں۔

668

مطالبہ نمبر PC-13035	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 10 کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 1175 تا 1179 ملاحظہ فرمائیں۔

اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قرضہ جات برائے سرکاری ملازمین برداشت کرنے پڑیں گے۔

مطالبہ نمبر PC-13050	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو11۔ارب روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سرمایہ کاری برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات1205 تا 1209 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-22036	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو ایک کھرب 27۔ارب 20 کروڑ74 لاکھ12 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال-2011 12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ترقیات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر(ترقیات) برائے سال12-2011جلد اول کے صفحات1 تا720 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12037	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو10۔ارب89 کروڑ10 لاکھ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیرات آبپاشی برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر(ترقیات) برائے سال12-2011 جلد دوم کے صفحات1 تا40 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12038	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو12 کروڑ 40 لاکھ 87 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال -2011 12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زرعی ترقی و تحقیق برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر(ترقیات) برائے سال-2011 12 جلد دوم کے صفحات41 تا45 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12040	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو1۔ارب20 کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ٹاؤن ڈویلپمنٹ برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر(ترقیات) برائے سال12-2011 جلد دوم کے صفحات 47 تا52 ملاحظہ فرمائیں۔

669

مطالبہ نمبر PC-12041	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 38-ارب 25 کروڑ 19 لاکھ 76 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شاہرات و پل برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر (ترقیات) برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات 53 تا 171 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12042	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 42-ارب 32 کروڑ 55 لاکھ 25 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سرکاری عمارات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر (ترقیات) برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات 173 تا 399 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12043	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 10-ارب 98 کروڑ 71 لاکھ 38 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قرضہ جات برائے میونسپلیٹیز/ خود مختار ادارہ جات وغیرہ برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر (ترقیات) برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات 401 تا 411 ملاحظہ فرمائیں۔

670

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا ستائیسواں اجلاس

منگل،21۔جون2011

(یوم الثلاثۃ،18۔رجب المرجب1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 11بج کر25منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانامحمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری محمد علی قادری نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِo

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعۡبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُ
وَبِٱلۡوَٰلِدَيۡنِ إِحۡسَٰنًاۚ إِمَّا يَبۡلُغَنَّ عِندَكَ ٱلۡكِبَرَ أَحَدُهُمَآ
أَوۡ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَآ أُفّٖ وَلَا تَنۡهَرۡهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوۡلٗا
كَرِيمٗا ﴿23﴾ وَٱخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ ٱلذُّلِّ مِنَ ٱلرَّحۡمَةِ وَقُل
رَّبِّ ٱرۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرٗا ﴿24﴾

سُوۡرَۃُ بنیٓ اسرآئیل آیات23 تا24

"اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔ اگر اُن میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ اُنہیں جھڑکنا اور اُن سے بات ادب کے ساتھ کرنا(23)اور عجز و نیاز سے اُن کے آگے جُھکے رہو اور اُن کے حق میں دُعا کرو کہ اے پروردگار جیسا اُنہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پرورش کیا ہے تو بھی اُن (کے حال) پر رحمت فرما(24)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب عابد روف قادری نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

سرکار کے قدموں کے نشان ڈھونڈ رہا ہے
جو اشک محبت میری آنکھوں سے گرا ہے
ہٹتی نہیں سرکار کی سیرت سے نگاہیں
ہر وقت میرے سامنے قرآن کھلا ہے
کیوں میری خطاؤں کی طرف دیکھ رہے ہو
جس کو ہے میری لاج وہ لجپال بڑا ہے
دامن میں چھپا لو کہ پشیمان ہے خالد
آخر یہ تمہارا ہے بُرا ہے کہ بھلا ہے

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب اجلاس کی باقاعدہ کارروائی شروع ہوتی ہے۔ آج کے ایجنڈا پر تحاریک استحقاق نہیں ہیں لہذا اب ہم تحاریک التوائے کار کی طرف بڑھتے ہیں۔ اس کے لئے آدھ گھنٹہ ہے اس میں کوئی short statement یا کوئی بحث نہیں ہو گی۔ پہلی تحریک التوائے کار نمبر 11/766۔ شیخ علاؤالدین کی ہے۔ یہ تحریک التواء move ہو چکی ہے اور اس کا جواب آنا تھا۔

محترمہ سفینہ صائمہ کھر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: دیکھیں، پوائنٹ آف آرڈر سے پرہیز کیا جائے تو بہتر ہے۔ یہ ایوان آپ کا ہے اور یہ سارا کام بھی آپ کا ہے۔

تعزیت

شہید جمہوریت محترمہ بے نظیر بھٹو کے ایصال ثواب کے لئے دعائے مغفرت

محترمہ سفینہ صائمہ کھر: جناب سپیکر! آج شہید جمہوریت محترمہ بے نظیر بھٹو کی سالگرہ کا دن ہے تو اگر اُن کے لئے دعائے خیر کر لی جائے تو میں آپ کی مشکور ہوں گی۔

(اس مرحلہ پر وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف ایوان میں تشریف لے آئے)

جناب سپیکر: جی، محترمہ کے لئے دعائے خیر کر لیں۔

(اس مرحلہ پر شہید جمہوریت محترمہ بے نظیر بھٹو کے لئے ایوان میں دعائے خیر کی گئی)

جناب سپیکر: رانا صاحب! شیخ علاؤالدین صاحب کی تحریک التوائے کار کا جواب آ گیا ہے تو اس کو ایوان میں پڑھ دیں۔

تحاریک التوائے کار

صوبہ میں خواتین پر جنسی تشدد اور ظلم و زیادتی میں مسلسل اضافہ

(---جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محکمہ سماجی بہبود، ترقی خواتین و بیت المال پنجاب معاشرے کی مصیبت زدہ اور مسائل زدہ خواتین کی بہبود کے لئے سرگرداں ہے خصوصاً خواتین کی بہتری اور ترقی کے لئے بہت سے ادارے کام کر رہے ہیں جو کہ خواتین کو تحفظ پہنچانے کے ساتھ

ساتھ معاشرے کا کارآمد شہری بننے میں بھی مددگار ثابت ہوئے ہیں جیسا کہ پنجاب کے 34 اضلاع میں دارالامان قائم کئے گئے ہیں جن کا مقصد ظلم و ستم کی شکار خواتین کو قانونی تحفظ، طبی سہولیات اور رہائش کے ساتھ ساتھ تربیت کے مواقع فراہم کرنا ہے تاکہ وہ معاشرے پر بوجھ نہ بنیں۔ پنجاب کے چھ اضلاع میں دارالفلاح قائم کئے گئے ہیں جو کہ بیوہ خواتین اور اُن کے بچوں کی بحالی اور ترقی کے لئے کوشاں ہیں۔ دارالفلاح میں خواتین کو ایک سال کے قیام کے دوران مختلف ہنر سکھائے جاتے ہیں تاکہ وہ معاشرے پر بوجھ بننے کی بجائے اپنی اور اپنے بچوں کی ضروریات پوری کرنے کے قابل ہو جائیں۔ آشیانہ لاوارث اور بے سہارا بچیوں کے لئے قائم کیا گیا ادارہ ہے جہاں ان بچیوں کو تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ فنی مہارت بھی سکھائی جاتی ہے اور ان لاوارث بچیوں کی شادی کی ذمہ داری بھی ادارہ سماجی بہبود، ترقی خواتین اور بیت المال پنجاب پر لاگو ہے۔ صنعت زار پنجاب کے 34 اضلاع میں قائم کئے گئے ہیں جن کا مقصد خواتین کو مختلف فنی تربیت فراہم کرنا ہے تاکہ وہ معاشرتی ترقی میں بڑھ چڑھ کر شامل ہو سکیں اور کسی پر بوجھ بننے کی بجائے خود اپنی ضروریات پوری کرنے کے قابل ہو سکیں۔ صورتحال یہ ہے کہ محکمہ سماجی بہبود یا دارالامان ایسی ستم زدہ خواتین کی بھلائی اور بہبود کے لئے کوشاں ہے۔

جناب سپیکر! زیر غور تحریک کا یہ مفصل جواب ہے اور یہ اسی طرح سے محکمہ کی طرف سے موصول ہوا ہے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اس پر مکمل جواب حکومت کی طرف سے آ چکا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ دیکھ لیجئے کہ یہ جواب مکمل ہے۔ کیا جواب میں پیروں کے بارے میں بات کی گئی ہے؟ میں نے عرض کیا تھا کہ اخبارات میں اشتہارات آرہے ہیں اور ٹی وی پر Prime Time میں اشتہارات چلتے ہیں۔ کیا جواب میں اس سے متعلق ایک لفظ بھی ہے؟ یہ ایک اہم معاملہ ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! شیخ صاحب جو فرما رہے ہیں اگر آپ نے اس کا notice نہیں لیا تو اس کا بھی notice لیں۔ اب اس تحریک التوائے کار کو rule 83 کے تحت dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار محترمہ ساجدہ میر صاحبہ کی ہے۔ جی، محترمہ! آپ اپنی تحریک التوائے کار پڑھیں۔

لاہور میں غیر قانونی سودی کاروبار کرنے والوں سے غریب اور ضرورت مند افراد کو پریشانی کا سامنا

محترمہ ساجدہ میر: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حکومت نے سود کی لعنت اور اس کے مضر اثرات کے پیش نظر اس کے خاتمے کے لئے قانون/ ایکٹ بنوایا ہے جس کے تحت سودی کاروبار سختی سے منع ہے اور یہ ایک بڑا جرم ہے مگر اس کے باوجود لاہور شہر میں یہ لعنت عام ہے۔ لاہور شہر میں 18 بڑے گروہ سودی کاروبار کر رہے ہیں۔ ایک لاکھ روپے رقم لینے پر 10 ہزار ماہانہ تک سود وصول کرتے ہیں۔ اس طرح غریب، یتیم، بیوہ عورتیں اور دیگر ضرورت مند افراد مجبوری کے تحت رقم ادھار لیتے ہیں مگر ساری عمر اس رقم کی اصل رقم کی بجائے سود ادا نہیں کر سکتے۔ آخر کار یہ سود خور افراد ان کی قیمتی جائیداد جو ضمانت کے طور پر ان کے پاس رکھی ہوتی ہے ان پر قبضہ کر لیتے ہیں اور یہ لوگ مجبوراً ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی قانونی کارروائی کرنے کے لئے متعلقہ تھانہ یا چوکی میں درخواست دیتا ہے تو ان کی درخواست پر قانونی کارروائی کرنے کی بجائے ان افراد کو ہی پولیس تنگ کرنا شروع کر دیتی ہے کیونکہ یہ کاروبار محکمہ پولیس کی ملی بھگت سے ہو رہا ہے بلکہ عروج پر ہے، جس کی وجہ سے تنگ آکر لوگ خودکشی کر لیتے ہیں۔ لاہور شہر میں پچھلے چند دنوں میں ایسے کافی واقعات رونما ہو چکے ہیں مگر ہماری پولیس ٹس سے مس تک نہ ہوئی ہے۔ ان گروہوں کا قلع قمع کرنے کی بجائے ان کی سرپرستی پولیس کر رہی ہے۔ ان سود خور افراد / گروہوں نے اس کام کے لئے کارندے رکھے ہوئے ہیں جو سود کی قسط نہ دینے والے افراد کے گھر کا محاصرہ کر لیتے ہیں، ان کو زبردستی گھر سے نکال کر اس پر قبضہ کر لیتے ہیں اور ان کی کروڑوں روپے کی جائیداد لاکھوں روپے میں بٹور لیتے ہیں۔ اس سودی کاروبار میں دن دگنی رات چوگنی ترقی کی وجہ سے عوام شدید اضطراب میں مبتلا ہیں لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کا جو جواب محکمہ کی طرف سے وصول ہوا ہے وہ یہ ہے کہ سود خوروں کے خلاف crack down کرتے ہوئے ماضی قریب میں پانچ مقدمے درج ہوئے ہیں اور دوسرے مقدمات کا بھی اندراج ہوا ہے۔ مقدمہ نمبر 11/102 تھانہ

بادامی باغ لاہور، مقدمہ نمبر 11/271 تھانہ بادامی باغ لاہور، مقدمہ نمبر 11/438 مورخہ 11-04-29 تھانہ اسلام پورہ کا ہے اسی طرح سے مقدمہ نمبر 11/300 مورخہ 11-04-01 تھانہ سبزہ زار کا ہے تو سود خوروں کے خلاف جب بھی کوئی اطلاع موصول ہوتی ہے تو ان کے خلاف مؤثر کارروائی کی جاتی ہے۔ میں معزز ممبر اور اس معزز ایوان کی معلومات کے لئے یہ عرض کروں گا کہ سود خور جب کسی کو سود دیتے ہیں تو ان کی قیمتی جائیداد مثال کے طور پر مکان یا کوئی اور قیمتی جائیداد ہوتی ہے تو وہ ان کے ساتھ سودا بیع کر لیتے ہیں اور جتنی رقم وہ دیتے ہیں اتنا بیعانہ ظاہر کر کے وہ اسے legal transaction کی صورت میں لے آتے ہیں جس کی وجہ سے بعد میں ان لوگوں کو اس قانون کے تحت پکڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں لوگوں کو آگاہ کرنے کی زیادہ ضرورت ہے کہ لوگ اپنی ضرورت کے پیش نظر اس قسم کے کاغذات پر دستخط نہ کریں جس کی وجہ سے بعد میں یہ جرم ثابت کرنا مشکل ہو جائے۔

جناب سپیکر: اس کی آگاہی کیسے کی جائے گی؟

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! جو لوگ سود کا کاروبار کرتے ہیں وہ مجبور لوگوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہاں وزیر اعلیٰ صاحب تشریف رکھتے ہیں میں سمجھتی ہوں کہ وہ بہت جلد اس بات کا action لیتے ہیں۔ میں یہ کہتی ہوں کہ لاہور نہیں بلکہ پورے پنجاب میں سود خوروں کے خلاف crack down کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے، وہ کریں گے۔

جناب سعید اکبر خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، سعید اکبر خان صاحب!

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! یہ بہت ہی اہم تحریک التوائے کار ہے۔ ہمیں اس پر ضرور غور کرنا چاہئے۔ اس وقت دیہاتی لوگوں کا سود کی مد میں بہت بُرا حشر ہو رہا ہے کیونکہ لوگ مجبور ہوتے ہیں اور سود خور ان کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ میں حکومت سے گزارش کرتا ہوں کہ اس پر ضرور کوئی نہ کوئی action لیا جانا چاہئے۔

جناب سپیکر: اس پر ایک کمیٹی رانا محمد افضل خان صاحب کی سربراہی میں بنی ہوئی ہے۔ وہ اپنی رپورٹ پیش کریں گے اس کے بعد معاملات آگے بڑھیں گے۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! اگر already ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے تو میں توقع کرتا ہوں کہ وہ کمیٹی اپنی recommendations جلد دے گی تاکہ غریب لوگوں کو اس مصیبت سے بچایا جائے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

پوائنٹ آف آرڈر

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، قائد حزب اختلاف!

حزب اختلاف کی معزز خاتون ممبر کو وزیر قانون کی جانب سے قتل کی دھمکیاں

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! کل آپ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ اس وقت ڈپٹی سپیکر صاحب موجود تھے تو میں نے ایک point raise کیا تھا کہ ہماری معزز ممبر عظمیٰ بخاری صاحبہ کو رانا ثناء اللہ صاحب کی طرف سے دھمکیاں دی گئی ہیں اور ان کی طرف سے ان کو پیغام ملے ہیں۔

(معزز ممبران حزب اقتدار کی جانب سے جھوٹ جھوٹ کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر: قائد حزب اختلاف کو بات کرنے دیں۔ جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میری آپ سے گزارش ہے کہ ڈپٹی سپیکر صاحب نے کہا تھا کہ جب رانا ثناء اللہ صاحب یہاں ہوں گے تو اس مسئلے کو اٹھائیں گے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس معاملے پر ایک کمیٹی تشکیل دیں۔ اس معاملے کی مکمل انکوائری ہونی چاہیے۔ یہ ابھی کہہ رہے ہیں کہ جھوٹ ہے تو اگر یہ جھوٹ ہوگا تو وہ بھی کمیٹی کے سامنے آ جائے گا اور اگر سچ ہوگا تو وہ بھی سامنے آ جائے گا۔ پہلے لوگوں کو واجب القتل کہا گیا اور اب معزز ممبران کو قتل کرنے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ ان کا قصور صرف اتنا ہے کہ انھوں نے ایک ٹی وی پروگرام میں جا کر رانا ثناء اللہ کے واجب القتل کہنے پر ریمارکس دیئے ہیں، اس پر انھیں دھمکیاں دی گئی ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ اس پر کمیٹی تشکیل دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر کوئی خود ہی اپنے آپ کو واجب القتل قرار دلانے پر تُلا ہوا ہو تو میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ معزز قائد حزب اختلاف میرے بھائی ہیں۔

ڈاکٹر آمنہ بٹر: جناب سپیکر! ان کے یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جائیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ مجھے ان کی بات تو سننے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے قائد حزب اختلاف کو یقین دلاتا ہوں کہ اس میں ضرور کوئی miscommunication ہوئی ہو گی۔ یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میری طرف سے اس طرح کا message یا اس قسم کی بات کی گئی ہو۔ اس میں کسی کمیٹی کی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہ اختیار دیتا ہوں کہ قائد حزب اختلاف خود اس بات کو inquire کر لیں تو وہ جب کہیں گے میں ان کے دفتر حاضر ہونے کو تیار ہوں کہ جس کسی نے وہ message پہنچایا ہے اس کو بھی بلا لیں میں بھی حاضر ہو جاؤں گا۔ اگر اس میں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی تو میں اسے دور کرنے کے لئے تیار ہوں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! راناصاحب نے اس کا فیصلہ آپ پر چھوڑ دیا ہے۔ جی، محترمہ عظمیٰ بخاری!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! کاش یہ بات اتنی simple ہوتی، مجھ تک جو message پہنچایا گیا وہ کسی ایک شخص نے نہیں پہنچایا بلکہ لوگوں کے ایک گروپ میں یہ بات کی گئی اور میری character assassination کی بات کی گئی کہ میں "منہ کھولوں گا تو پھر کیا ہو جائے گا؟" اگر اس قسم کے level تک لاء منسٹر صاحب نے گرنا ہے تو ان کی مرضی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ میں ان کا اس لئے بھی احترام کرتی تھی کہ ہم نے ان کے ساتھ انہی بنچوں پر بیٹھ کر جدوجہد کی ہوئی ہے۔ راناصاحب کو ڈنڈا بعد میں پڑتا تھا، پہلے میں ڈنڈا کھاتی تھی۔ ان کو جب ایوان سے نکال کر باہر پھینکا جاتا تھا تو ہم ان کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہوتے تھے لیکن اگر میرے بارے میں personal اور گھٹیا باتیں لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر کی گئی ہیں جن کا کوئی ایک نہیں بلکہ بہت سارے گواہ ہیں تو پھر بھی اگر یہ اُس level تک گرنا چاہتے ہیں تو اُن کی مرضی ہے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ جس background سے میرا تعلق ہے میں ان کی کسی گھٹیا بات کا جواب دینا چاہتی ہوں اور نہ مجھے کسی گھٹیا level تک اترنا ہے۔ وہ جو کرنا چاہتے ہیں شوق سے کریں لیکن میں اپنی لائن اور پارٹی کے

ساتھ committed ہوں اور مجھے جو کہنا ہے وہ کہوں گی۔ میں آج بھی کہہ رہی ہوں کہ رانا صاحب نے آج پھر واجب القتل کی بات کی ہے۔ مجھے بتائیں کہ رانا صاحب کون سی مسجد کے مفتی ہیں کہ یہ لوگوں کو واجب القتل کہتے جا رہے ہیں؟ میں آج بھی کہتی ہوں کہ رانا صاحب کو language کا problem آج سے نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! تشریف رکھیں اور میری بات سنیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! رانا صاحب نے میرے بارے میں جو language استعمال کی ہے آپ اُس پر کارروائی کریں۔

جناب سپیکر: محترمہ! میں نے یہ بات اپوزیشن لیڈر پر چھوڑی ہے اس لئے میں رانا ثناء اللہ صاحب سے کہوں گا کہ اِدھر سے دو ساتھی ان کے ساتھ اپوزیشن لیڈر کے پاس چلے جائیں۔ راجہ صاحب! جب آپ کہیں گے وہ آپ کے پاس آ کر بات کر لیں گے ورنہ میرے پاس آنا چاہیں تو میں بھی دونوں کی باتیں سننے کو تیار ہوں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! ہم آپ کے پاس آ جائیں گے۔ آپ وہاں سب کو سن لیجئے گا۔

تحاریک التوائے کار

(---جاری)

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 838/11 محترمہ آمنہ الفت صاحبہ کی ہے۔ اسے پڑھ دیں۔

سرکاری ملازمین کو اپنے بچوں کے تعلیمی وظائف حاصل کرنے میں مشکلات کا سامنا

محترمہ آمنہ الفت: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حکومت پنجاب اپنے سرکاری ملازمین کے بچوں کو Benevolent Fund کے ذریعے وظائف دیتی ہے۔ ملازمین بچوں کے نتائج کے بعد فارم اپنے اپنے محکموں کے ذریعہ متعلقہ دفتر بھجوا دیتے ہیں۔ اس کے بعد محکمہ

کے اہلکاران اور افسران وظیفہ کے حصول کے لئے سرکاری ملازمین کے بار بار چکر لگواتے ہیں۔اس کے پیچھے وجوہات یہ ہیں کہ یا تو انہیں کچھ لگاؤ یا پھر انتظار کرو۔ سرکاری ملازمین کو اپنے بچوں کے تعلیمی وظائف حاصل کرنے میں بے انتہا مشکلات حائل کی جاتی ہیں اور محکمہ سرد مہری کا مظاہرہ کرتا ہے۔اس بناء پر صوبہ پنجاب کے تمام سرکاری ملازمین میں انتہائی بے چینی، غم وغصہ اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: راناصاحب!اس کا جواب آگیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!اس کا جواب موصول ہوگیا ہے۔ صوبہ پنجاب کے ہر گریڈ کے گزیٹڈ و نان گزیٹڈ ملازمین کی تنخواہ سے ماہانہ تین فیصد کے حساب سے Benevolent Fund کی مد میں کٹوتی ہوتی ہے۔ یہ تمام کٹوتی ڈسٹرکٹ اکاؤنٹ افسران کے ذریعہ اے جی آفس میں آ جاتی ہے جہاں سے Benevolent Fund کا main account جو کہ پنجاب بنک سول سیکرٹریٹ لاہور میں ہے وہاں یہ رقم جمع کرائی جاتی ہے۔ پنجاب حکومت کے تمام سرکاری ملازمین کو بہبود فنڈ میں سے مالی امداد دی جاتی ہے جو سکالرشپ، ماہانہ امداد اور شادی گرانٹ وغیرہ کی شکل میں ہوتی ہے۔ ہر سال سکالرشپ کی مد میں تقریباً40 سے 50ہزار کے قریب درخواستیں موصول ہوتی ہیں جو کہ صرف صوبائی بہبود فنڈ بورڈ کے دفتر الفلاح بلڈنگ میں آتی ہیں جبکہ تمام اضلاع میں تقریباًہزاروں کی تعداد میں یہ cases علیحدہ ہیں۔ فروری2010 میں موصول ہونے والی سکالرشپ کی درخواستوں پر جو کہ مکمل تھیں cheques جاری کر دیئے گئے ہیں جبکہ نامکمل درخواستوں کے cheques جاری نہیں کئے گئے۔ جن درخواستوں کے کاغذات موصول ہو جاتے ہیں اُن کے کاغذات مکمل ہونے کے بعد cheques جاری کر دیئے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر!یہ بات درست نہ ہے کہ سرکاری ملازمین کو اپنے بچوں کے تعلیمی وظائف حاصل کرنے میں بے انتہا مشکلات حائل کی جاتی ہیں اور محکمہ سرد مہری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس سال فروری2011 میں طلب کردہ سکالرشپ کی درخواستوں پر چھ ماہ سے cheques جاری کئے جارہے ہیں اور یہ تاریخ وار موصول شدہ درخواستوں کے حساب سے ترتیب وار جاری کئے جارہے ہیں۔ مزید یہ کوشش کی جارہی ہے کہ جو cases مکمل ہیں ان درخواستوں کے cheques جون2011 تک جاری کر دیئے جائیں۔

جناب سپیکر! میرے خیال میں اگر particularly کوئی case ہے تو آپ اِن کے پاس آکر discuss کر لیں لیکن اِس پر کوئی short statement نہیں ہو گی۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں کوئی statement نہیں دینا چاہتی لیکن آپ بھی جانتے ہیں، یہاں پر وزیر اعلیٰ صاحب تشریف فرما ہیں وہ بھی جانتے ہیں اور ہمارا پورا معاشرہ بھی اس حقیقت سے واقف ہے کہ ہمارے محکمے کے ملازمین اور افسران بالا رشوت ستانی میں اس طریقے سے مبتلا ہیں کہ وہ قطعاً کسی کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہ ایک اہم issue ہے جو ہماری رگوں میں سرایت کر چکا ہے لہذا اس پر نظر ثانی کرتے ہوئے action لیا جائے۔

جناب سپیکر: محترمہ! اُن کے notice میں آگیا ہے۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ اس تحریک التوائے کار کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 868/11 جناب محمد اشرف خان سوہنا صاحب کی ہے جو move ہو چکی ہے۔ رانا صاحب! اس کا جواب آگیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب ابھی تک موصول نہیں ہوا لہذا اس کو pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: جی، اسے کب تک pending کیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگلے ہفتے تک کے لئے pending کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک اگلے ہفتے تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 869/11 شیخ علاؤالدین صاحب کی ہے۔ کیا آپ اسے پڑھنا چاہتے ہیں کیونکہ ٹائم بڑا مختصر ہے؟

صوبہ کے سرکاری ہسپتالوں میں ایم آر آئی میں استعمال ہونے والے مہنگے ترین انجکشنز کا عملہ کی ملی بھگت سے زائد المیعاد ہونا

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ پنجاب بھر کے تمام چھوٹے بڑے ہسپتالوں میں ایک طرف دوائیوں کی خریداری اور معیار مسئلہ تو بنی ہی ہوئی ہے مگر اب مزید المیہ یہ ہے کہ انتہائی مہنگی ادویات اور انجکشنز مریضوں کو دیئے جانے کی بجائے ہسپتالوں

میں ہی expire کئے جا رہے ہیں جن کی ایک تازہ مثال جناح ہسپتال لاہور میں 90 لاکھ روپے کے (Omniscan Injection) جو کہ (Magnetic Resonance Imagine(MRI کے لئے استعمال ہوتے ہیں، ضائع کر دیئے گئے ہیں۔ مختصر حقائق یہ ہیں کہ آٹھ ہزار انجکشنز کا ایک badge جس کی اتنی بڑی تعداد میں قطعاً خریدنے کی ضرورت نہ تھی -/1800 روپے فی انجکشن کے حساب سے خریدے گئے۔ یہ خریداری 2008 میں صرف غریب مریضوں کے لئے کی گئی لیکن یہ انجکشنز غریب مریضوں کو within the designated period نہ دیئے گئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ انجکشنز اپریل 2011 میں expire ہو گئے۔ جناح ہسپتال میں ڈاکٹروں کے گروپس ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں لیکن ایک طرف مریضوں کو ادویات اور انجکشنز نہیں مل سکے تو دوسری طرف حکومت کو ہسپتالوں میں کروڑہا روپیہ ناجائز خرچ کرنا پڑ رہا ہے۔ یہ مثال tip of the iceberg ہے۔ ریڈیالوجی ڈیپارٹمنٹ کے ڈاکٹروں کا یہ کہنا ہے کہ پرچیز کمیٹی نے ان سے بالا ہی بالا یہ خریداریاں کیں جو سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔ یہ امر بھی توجہ طلب ہے کہ user history کی بنیاد پر Omniscan) (Injection کی ایک سال سے زائد کی خریداری کی قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی۔ ریکارڈ کے مطابق بیس مریض روزانہ اوسطاً ریڈیالوجی ڈیپارٹمنٹ میں (MRI) ٹیسٹ کے لئے آتے ہیں جن میں سے چند کو (MRI) کی ضرورت واقعی ہوتی ہے جبکہ ایک انجکشن دو مریضوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔ پھر آٹھ ہزار انجکشنز کی یکمشت خریداری کی ذمہ داری کس پر تھی اور کس کو نوازا گیا تھا جس کے نتیجہ میں پانچ ہزار انجکشنز اپریل کے پہلے ہفتہ میں ہی ضائع ہو گئے جن کی مالیت 90 لاکھ روپے تھی۔ یہ صرف ایک مثال ہے دوسرے ہسپتالوں میں بھی حکومت ارب ہا روپے کی ادویات مستحق مریضوں کے لئے مہیا کر رہی ہے لیکن expired ادویات کی مد میں کتنا سرمایہ ضائع ہو رہا ہے، ایک انتہائی توجہ طلب مسئلہ ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! اس کا جواب آگیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس معاملے کا حکومت اور وزیر اعلیٰ پنجاب ذاتی طور پر notice لے چکے ہیں اور اس کی prima facie انکوائری کرائی گئی ہے جس کے بعد یہ ضروری سمجھا گیا کہ اس کی proper regular انکوائری کرائی جائے جو کرائی جا رہی ہے۔ جونہی انکوائری رپورٹ موصول ہو گی اُس کے مطابق ذمہ داران کے خلاف کارروائی بھی ہو گی اور اُس رپورٹ کی کاپی میں معزز ایوان میں پیش کر دوں گا۔

شیخ علاؤالدین: میں اسے press نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: چونکہ محرک اسے مزید press نہیں کرتے لہذا یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 880/11 چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کی ہے۔ جی، چیمہ صاحب! پیش کریں۔

ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال سرگودھا کے بالمقابل پیڈسٹرین برج کی تعمیر میں تاخیر سے عوام کو مشکلات کا سامنا

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حکومت پنجاب نے سرگودھا کے عوام کی سہولت کے لئے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال سرگودھا کے بالمقابل "پیڈسٹرین برج" کی تعمیر منظور فرمائی تھی اور اس کے لئے تمام مطلوبہ فنڈز بھی محکمہ پراونشل ہائی ویز سرگودھا کو فراہم کر دیئے گئے ہیں۔ اس ہسپتال کا محل وقوع اس امر کا متقاضی ہے کہ یہاں پر عوام کی بحفاظت آمدورفت کو یقینی بنانے کے لئے یہ "پیڈسٹرین برج" تعمیر کیا جائے۔ یہ ہسپتال شہر کی بہت زیادہ مصروف اور کاروباری علاقہ کے نزدیک واقع ہے جہاں دورویہ سڑکات کو عبور کرنا نہایت مشکل ہوتا ہے کیونکہ یہاں ہمہ وقت ٹریفک رواں دواں رہتی ہے اور آئے دن حادثات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اس "پیڈسٹرین برج" کی تعمیر کے لئے ایگزیکٹو انجینئر مشینری ڈویژن لاہور کے چیک مورخہ 07-06-13 کو مبلغ -/1,420,000 روپے، دوسرے چیک مورخہ 07-07-30 کے ذریعہ -/1,483,000 روپے اور تیسرے چیک مورخہ 08-05-14 کے ذریعہ مبلغ -/2,585,000 روپے یعنی کل مبلغ -/5,488,000 روپے کی ادائیگی کی جا چکی ہے اور یہ برج تیار بھی کیا گیا تھا لیکن اس کی تنصیب نہیں ہوئی اور اس طرح یہ پیسا خُورد بُرد کر لیا گیا ہے اور عوام کو ذلیل و خوار کیا جا رہا ہے۔ شہر کی تمام کاروباری اور شہری تنظیموں کے احتجاج کے باوجود کوئی کارروائی نہیں کی جا رہی اور عوام کے اس بہترین مفاد کے کام میں رکاوٹ پیدا کی جا رہی ہے۔ اس طرح جہاں عوام تکلیف میں مبتلا ہے تو دوسری طرف اس کی لاگت میں بھی اضافہ ہو رہا ہے جس کی ذمہ داری متعلقہ غیر ذمہ دار افسران پر عائد ہوتی ہے لہذا میری استدعا ہے کہ میری اس تحریک کو حسب ضابطہ قرار دے کر بحث کی اجازت فرمائی جائے تاکہ

سرگودھا کے عوام کو یہ سہولت جلد میسر آ سکے اور "پیڈسٹرین برج" کی تنصیب ممکن ہو سکے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اسے اگلے ہفتے تک کے لئے pending فرمادیں کیونکہ ابھی محکمہ کی طرف سے اس کا جواب نہیں آیا۔

جناب سپیکر: اس تحریک کو آئندہ ہفتے تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر996/11 حاجی محمد اسحاق، ڈاکٹر اسد معظم اور ڈاکٹر محمد اختر ملک کی طرف سے ہے۔ جی، حاجی صاحب!

ضلع کچہری لاہور کے صدر مال خانہ سے کروڑوں روپے کی نشہ آور اشیاء اور قیمتی اسلحہ کی خُورد بُرد کا انکشاف

حاجی محمد اسحاق: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "پاکستان" مورخہ 6۔ مئی 2011 کے مطابق "ضلع کچہری لاہور صدر مال خانے سے کروڑوں روپے مالیت کی سینکڑوں من چرس، افیون، ہیروئن اور دیگر نشہ آور اشیاء کے ساتھ ساتھ قیمتی اسلحہ کی خُورد بُرد کا انکشاف ہوا ہے۔ انچارج رانا محمد لطیف نے اعتراف کیا ہے کہ مذکورہ عرصہ کے دوران مال خانے میں بڑے پیمانے پر خُورد بُرد کی گئی ہے جبکہ مجسٹریٹ دفعہ 30 خالد سعید وٹو کا کہنا ہے کہ مال خانے سے بڑے پیمانے پر کرپشن ہوئی ہے۔" مذکورہ واقعہ سے عوام میں سخت غم و غصہ پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس معاملے کا نوٹس لے لیا گیا ہے اور اس کی انکوائری in progress ہے جونہی مکمل ہو گی تو وہ ایوان میں پیش کر دی جائے گی۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے، اسے dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 892/11 محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز خواتین ممبران (ق) لیگ کی جانب سے
"اسے pending فرمایا جائے" کی آوازیں)

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ اسے اگلے اجلاس کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 901/11 میجر ذوالفقار گوندل صاحب کی ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): شکریہ۔ جناب سپیکر! آج محترمہ بے نظیر بھٹو (شہید) صاحبہ کی سالگرہ ہے اور محترمہ کی جمہوریت کے لئے بڑی خدمات ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ آج ہم اگر اس اسمبلی میں بیٹھے ہیں، اگر میں قائد حزب اختلاف ہوں اور میاں محمد شہباز شریف صاحب وزیر اعلیٰ ہیں تو اس کے پیچھے محترمہ بے نظیر بھٹو (شہید) کی قربانیاں ہیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران پاکستان پیپلز پارٹی کی جانب سے
"زندہ ہے، بی بی زندہ ہے" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر! محترمہ بے نظیر بھٹو (شہید) صرف پاکستان کی لیڈر نہیں تھیں بلکہ عالمی دنیا میں ان کا ایک نام تھا اور ایک پہچان تھی اور بعض ایسے ممالک بھی ہیں جہاں پاکستان کی پہچان محترمہ بے نظیر بھٹو (شہید) تھیں۔ آج ان کی خدمات کو ان کی سالگرہ کے موقع پر یہ نہیں کہ ہم کوئی کیک کاٹ کر سراہ رہے ہیں یا مٹھائیاں بانٹ رہے ہیں بلکہ اسمبلی کے باہر جا کر خون کا نذرانہ پیش کریں گے۔ پورے ملک میں آج پیپلز پارٹی کے کا ممبر اس ملک کی وفادار اور محب وطن محترمہ بے نظیر بھٹو (شہید) کے لئے اپنے خون کے عطیات دے رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم اپنا یہ مشن جاری رکھیں گے اور محترمہ بے نظیر بھٹو (شہید) کو بھرپور طریقے سے خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران پاکستان پیپلز پارٹی کی جانب سے
"سچائی کے راستے، بے نظیر کے واسطے" کی نعرہ بازی)

سرکاری کارروائی

بحث

سالانہ بجٹ بابت سال12-2011کے مطالبات زر

پر بحث اور رائے شماری

جناب سپیکر: تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔ اب ہم گوشوارہ سالانہ بجٹ بابت سال 2011-12کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری کا آغاز کرتے ہیں۔ 2011-12 کے سالانہ بجٹ میں مطالبات زر کی تعداد 43 ہے جبکہ حکومت اور اپوزیشن کے درمیان یہ طے ہوا ہے کہ ان 43 مطالبات زر میں سے چھ مطالبات زر میں حسب ذیل ترتیب سے cut motions پیش کی جائیں گی۔

مطالبہ زر نمبر1۔پولیس PC-21013

مطالبہ زر نمبر2۔خدمات صحت PC-21016

مطالبہ زر نمبر3۔ تعلیم PC-21015

مطالبہ زر نمبر4۔PC-13033غلہ اور چینی کی سرکاری تجارت

مطالبہ زر نمبر5۔PC-21018زراعت

مطالبہ زر نمبر6۔PC-21010انتظام عمومی شامل ہیں۔

Cut motionsکے ذریعے مطالبہ زر پر آج کارروائی شروع ہو کر کل 22-06-11 دوپہر 12 بجے تک جاری رہے گی اور باقی ماندہ مطالبات زر پر کارروائی قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1997 کے قاعدہ (4)146 کے تحت "گلوٹین" کے اطلاق کے ذریعے براہ راست سوال کے ذریعے ہو گی۔اب ہم کارروائی کا آغاز کرتے ہیں اور وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر PC-21013 پیش کریں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران پاکستان پیپلز پارٹی قائد حزب اختلاف
کی قیادت میں ایوان سے باہر چلے گئے)

وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر PC-21010 پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر PC-21010

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک رقم جو52۔ارب11کروڑ67لاکھ85ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2012کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "پولیس" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک رقم جو52۔ارب11کروڑ67لاکھ85ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2012کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "پولیس" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

اس میں کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی ہے۔یہ تحریک لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان، جناب شاہان ملک، میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا، جناب قاسم ضیاء، سید حسن مرتضیٰ، محترمہ نیلم جبار چودھری، جناب قیصر اقبال سندھو، جناب آصف بشیر بھاگٹ، چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ)، جناب فاروق یوسف گھرکی، رائے محمد اسلم خان، جناب امجد علی میو، جناب محمد اشرف خان سوہنا، سید ناظم حسین شاہ، ڈاکٹر محمد اختر ملک، رانا بابر حسین، جناب محمد جمیل شاہ، جناب شہزاد سعید چیمہ، ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال، چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا، صاحبزادہ محمد گزین عباسی، جناب محمد طارق امین ہوتیانہ، راجہ طارق کیانی، رانا منور حسین، رائے محمد شاہجہان خان، ڈاکٹر اسد معظم، حاجی محمد اسحاق، چودھری محمد طارق گجر، جناب تنویر اشرف کائرہ، میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل، جناب تنویر الاسلام، جناب شاہجہان احمد بھٹی، سردار محمد حسین ڈوگر، محترمہ روبینہ شاہین وٹو، ملک محمد عامر ڈوگر، جناب احمد حسین ڈیہر، جناب احمد مجتبیٰ گیلانی، جناب محمد حفیظ اختر چودھری، سردار خالد سلیم بھٹی، سردار اطہر حسن خان گورچانی، جناب افتخار علی کھیتران، جناب شاہ رخ ملک، میاں محمد علی لالیکا، چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ)، مخدوم محمد ارتضیٰ، جناب جاوید حسن گجر، محترمہ نرگس فیض

ملک، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ سفینہ صائمہ کھر، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ فائزہ احمد ملک، جناب پرویز رفیق، چودھری ظہیر الدین خان، سردار محمد یوسف خان لغاری، جناب محمد شفیق خان، ملک اقبال احمد لنگڑیال، کرنل (ریٹائرڈ) محمد عباس چودھری، جناب محمد یار ہراج، میاں شفیع محمد، ڈاکٹر محمد افضل، جناب ظفر ذوالقرنین ساہی، محترمہ آمنہ الفت، محترمہ سیمل کامران، سیدہ ماجدہ زیدی، کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں، سید عبدالقادر گیلانی، محترمہ فوزیہ بہرام، محترمہ ساجدہ میر، ڈاکٹر آمنہ بٹر، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ)، چودھری عامر سلطان چیمہ، جناب محمد محسن خان لغاری، جناب خرم نواب، جناب خالد جاوید اصغر گھرال، جناب منور حسن منج، جناب طاہر اقبال چودھری، سردار عامر طلال گوپانگ، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا، ڈاکٹر سامیہ امجد، سیدہ بشریٰ نواز گردیزی، محترمہ خدیجہ عمر، ڈاکٹر فائزہ اصغر، محترمہ ثمینہ خاور حیات، محترمہ انبساط حامد، محترمہ زوبیہ رُباب ملک، محترمہ قمر عامر چودھری، محترمہ حمیرا اویس شاہد، انجینئر شہزادالہیٰ کی طرف سے ہے۔

اس سے پہلے کہ آپ بات شروع کریں میں یہ بتادوں کہ اس میں repetition نہیں ہونی چاہئے کیونکہ آپ کے پاس ڈیڑھ دن ہے۔ آپ نے جو چھ کٹوتی کی تحاریک دی ہیں ان پر بات کرنی ہے لیکن repetition نہیں ہوگی۔ جو مقرر بات کرے گا دوسرا مقرر اس کو repeat نہیں کرے گا۔ آپ کی مہربانی، کیونکہ یہ آپ کا ہی ٹائم ہے اور اس کو اچھے طریقے سے استعمال کریں۔ محترمہ آمنہ الفت!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! شکریہ

Sir, I move:

"That the total of Rs.52,116,785,000/-on account of Demand No.PC-21013–Police–be reduced to Rs.1/-."

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"52۔ارب 11 کروڑ 67 لاکھ 85 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21013۔پولیس۔کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr. Speaker! I oppose it.

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب نے oppose کیا ہے۔ جی، محترمہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ محکمہ پولیس صوبہ کے لئے سب سے اہم شعبہ ہے جہاں سے انصاف اور لوگوں کو تحفظ ملتا ہے جو ایک major چیز ہے۔ اس وقت اگر صوبہ میں جو شخص مجھے سب سے زیادہ پریشان نظر آتا ہے تو وہ پولیس کی وجہ سے نظر آیا ہے۔ (شور و غل)

جناب سپیکر: میں معزز ممبران سے گزارش کروں گا کہ اگر کسی نے گپ شپ لگانی ہے تو بے شک لابی میں تشریف لے جائیں لیکن یہ مناسب نہیں ہے کہ جب ایک مقرر بات کر رہے ہوں تو آپ interruption کریں۔ جی، محترمہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں نے سابقہ تین سالہ دور کی جو پریکٹس دیکھی ہے اس میں یہ دیکھا ہے کہ ہم نے جب بھی کوئی amendments یا cut motions پیش کی ہیں تو انہیں ردی کی ٹوکری کی نذر کر دیا گیا۔ حالانکہ ان پر ہم نے logic کے ساتھ بات کی، ان پر توجہ دلانے کی کوشش کی اور اپنی humble request کی ہے کہ خدارا یہ issues صرف اپوزیشن کے لئے نہیں ہیں بلکہ ہم عوام کی زبان بولتے ہیں اور ہم عوام کے ترجمان ہیں۔ بہر حال ایک دفعہ پھر میں اس شعر کے ساتھ کہ:

ہمیں شاہوں سے عدالت کی توقع تو نہیں
آپ کہتے ہیں تو زنجیر ہلا لیتے ہیں

آج اس بجٹ کی کٹوتی میں ہم نے جو بات کی ہے وہ محض اس لئے کی ہے کہ ایک ارب روپیہ پولیس کے بجٹ میں بڑھایا گیا ہے۔ آپ اسے double بھی کر لیں لیکن اگر نتائج صفر ہیں تو بڑھانے کا کیا فائدہ؟ یہاں خادم اعلیٰ صاحب تشریف فرما ہیں میں یہ کہوں گی کہ آج لوگ جس کرب میں مبتلا ہیں اس کی میں نشاندہی کرنا چاہوں گی۔ جرائم میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ 2006 میں کرائمز کے اعداد و شمار 3 لاکھ 42 ہزار 561 تھے۔ میں 2010 کی بات کرتی ہوں کہ 3 لاکھ 86 ہزار 437 ہیں جبکہ بڑے بڑے دعوے کئے گئے، انصاف مہیا کرنے کی باتیں کی گئیں اور پولیس کو صرف اپنے کاموں تک مختص کرنے کے بعد حالت زار یہ ہے کہ کرائمز میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ آج حالت یہ ہے کہ پولیس نہ صرف مجرموں کو تحفظ دیتی ہے بلکہ ان سے جرائم مرتکب کرانے میں بھی پولیس کا ہی کہیں نہ کہیں سے ہاتھ نکلتا ہے۔ پھر اغواء برائے تاوان کی وارداتوں میں اگر دیکھیں، آج میڈیا سب کچھ دکھا رہا ہے۔ میڈیا میں کوئی چینل، کوئی اخبار ایسا نہیں ہے جو پولیس گردی کے واقعات سے بھرا ہوا نہ ہو۔ جرائم کے پیچھے اگر کسی کی لاپروائی نکلتی ہے تو وہ پولیس کی نکلتی ہے۔ سر عام لوگوں کو مار دیا جاتا ہے اور پولیس

تماشا بنی کھڑی دیکھتی رہتی ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ اس سے بڑا جرم اور کیا ہو گا؟ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ اس میں ڈی پی او سطح کے لوگ ملوث پائے گئے۔ پولیس نے اپنے ذاتی ٹارچر سیل بھی بنا رکھے ہیں اور اس قسم کے واقعات بھی وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتے جا رہے ہیں۔ پولیس کے بے جا تشدد کے نتیجے میں حالت یہ ہے کہ ہمارے تھانوں میں نوجوان جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور ان کے گھر والے تڑپتے رہ گئے۔ آپ سزا دیں لیکن کورٹ کے ذریعے سزا دیں اور یہ فیصلہ کورٹ کا ہونا چاہئے کہ یہ شخص کس سزا کا مرتکب ہے؟ پولیس کا بے جا تشدد کر کے ایک آدمی کو مار دینا میں سمجھتی ہوں کہ اس سے بڑا جرم اور کیا ہو گا؟ پھر خادم اعلیٰ کی طرف سے بات کی جاتی ہے کہ وہ انصاف کی بات کرتے ہیں اور وہ انصاف کے سب سے بڑے علمبردار بنتے ہیں۔ وہ انصاف وہیں جا کر صفر ہو جاتا ہے جب ایک بھی بندے کی جان ناجائز چلی جاتی ہے۔ جعلی پولیس مقابلوں کی تعداد دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ یہ وہ cases ہیں جنہیں میڈیا نے اپنے چینل پر دکھایا ہے، کم سن بچیوں سے زیادتی کے واقعات بتدریج بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور آخر میں ہوتا کیا ہے کہ کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہو پاتی، مجرم صاف بچ جاتے ہیں صرف اس لئے کہ جو پیسا خرچ کر سکتا ہے یا جس کے پیچھے سفارش ہے وہ بڑے آرام سے بچ جاتا ہے۔

جناب سپیکر! میں نے بجٹ تقریر میں سابقہ دور میں بھی یہ تجاویز دی تھیں کہ ایک بہت بڑا گینگ گھریلو ملازموں کا صوبے میں ہے جو کہ لوگوں کے گھروں میں ملازمت کرتی ہیں، وہاں پر ڈکیتیوں اور چوریوں کی وارداتوں میں ملوث ہیں۔ میں یہ سمجھتی ہوں اور میں نے اس وقت کہا تھا کہ ان ملازمین کی رجسٹریشن علاقے کے تھانے میں ہونی چاہئے لیکن میری اس تجویز کو بھی ردی کی ٹوکری کی نظر کر دیا گیا اس میں کون سی ایسی مشکل بات تھی۔ میں پنجاب پولیس کی سنگینی کے حوالے سے یہ کہوں گی کہ اس نے سنگینی فرعون مصر کو بھی مات دے دی ہے جب لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال دیکھتے ہیں، دہشت گردی کو دیکھتے ہیں تو اس سلسلے میں دعویٰ یہ کیا گیا تھا کہ جب ہم برسر اقتدار آئیں گے تو ہم یہاں پر دہشت گردی کے واقعات کو ختم کر دیں گے، بم بلاسٹ ختم کر دیں گے اور سارے الزامات سابقہ حکومتوں پر تھوپے گئے ہیں۔ میں آج خادم اعلیٰ صاحب کی خدمت میں آپ کے توسط سے گوش گزار ہوں کہ واقعات میں بتدریج اضافہ ہوا ہے۔ اس میں، میں چودھری پرویز الٰہی صاحب کے vision کی تعریف کروں گی کہ انہوں نے پٹرولنگ پوسٹ کا جو ایک سسٹم قائم کیا تھا اگر اس سسٹم کو مزید فعال بنایا جاتا تو میں سمجھتی ہوں کہ 1122 سسٹم ایسا تھا کہ جس سے پورے پنجاب کے گرد ایک حصار قائم کر دیا گیا تھا اور ایک boundary بنا دی گئی تھی جس نے بھی پنجاب میں داخل ہونا ہوتا وہ سب سے پہلے

پولیس کو اپنی شناخت کرواتا، بلا مقصد کوئی سمگلر یا کوئی دہشت گرد صوبے میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ پنجاب ایک فصیل بند قلعہ کی مانند ایک صوبہ بن جاتا۔ اگر چودھری پرویز الٰہی کے اس منصوبے کو تقویت دی جاتی اور آج بھی کچھ نہیں بگڑا۔ میں یہ کہوں گی اگر 1122 کی طرح اس کو بھی اپنے منصوبہ میں شامل کر لیا جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ جو Terrorism Control Department بنانے کی بات کی جا رہی ہے اس میں سب سے زیادہ فعال کردار ادا کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! صوبہ میں کرائم کی وجہ سے حالت زار یہ بن چکی ہے کہ لوگ ملک چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ آج لوگ اس سابقہ مشرقی پاکستان اور موجودہ بنگلہ دیش میں جا کر اپنی سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔ افسوس کہ ملائشیا میں ہمارے کھربوں روپے ٹرانسفر کئے جا چکے ہیں، صرف لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کی وجہ سے بہت سے لوگ اپنی مال و جان کو اس صوبے میں محفوظ نہیں سمجھتے اور یہ ساری ذمہ داری خادم اعلیٰ پر عائد ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہوں گی کہ منشیات فروشوں کی سرپرستی بھی اور بڑے بڑے عقوبت خانوں کی سرپرستی کی جاتی ہے اور پھر جب عدلیہ نے پولیس کے خلاف کوئی کارروائی کی تو عدالتوں میں یہ پولیس والے سر جھکا کر کھڑے ہوتے ہیں لیکن جب باہر نکلتے ہیں تو ان کی حالت بالکل فرعون کی مانند ہو جاتی ہے۔

جناب سپیکر! افسران بالا بڑی بڑی گاڑیوں میں گھومتے پھرتے نظر آتے ہیں انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ یہ بڑی گاڑیاں ان کے پاس کہاں سے آئی ہیں، کیا یہ رشوت سے حاصل ہوئی ہیں؟ ان کا کسی قسم کا کوئی احتساب نہیں ہے، اس کی کوئی پوچھ گچھ نہیں ہے۔ پولیس کی مد میں اضافہ تو کیا جا رہا ہے لیکن پولیس سے کام نہیں لیا جا رہا۔ میں اپنی تقریر کو تھوڑا سا مختصر کرتے ہوئے اس بات کی طرف آنا چاہوں گی کہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ تھانے کو ایک ایسی آماجگاہ ہونا چاہئے تھا جہاں پر خواتین، بچے اور نوجوان اپنے آپ کو محفوظ تصور کرتے اور تھانہ جائے تحفظ ہونا چاہئے تھا، پولیس بھی عوام کے لئے جائے تحفظ ہونا چاہئے تھی لیکن ہو کیا رہا ہے؟ ہماری عوام مجرم اور ڈاکوؤں سے زیادہ پولیس سے ڈرتی ہے۔ آج پولیس ہمارے خادم اعلیٰ کے ادنیٰ غلام اعلیٰ کے طور پر کام کر رہی ہے بلکہ میں انہیں ادنیٰ غلامانہ مصر سے بھی حقیر تر سمجھا جاتا ہے۔ انہیں ذاتی ملازم کی طرح treat کیا جا رہا ہے، انہیں گھر کی باندھی بنا کر رکھ دیا گیا ہے اور گھر کی لونڈی بنا کر رکھ دیا ہے۔ وہ ہاتھ باندھے حکومت کی ہر جائز اور ناجائز فرمائش پوری کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ انتقامی امور پر نامزد نظر آتے ہیں اگر یہی طریقہ رہا اور اس میں ہنگامی طور پر

انقلابی تبدیلیاں نہ لائی گئیں تو میں سمجھتی ہوں کہ بڑھتے بڑھتے کہیں ایسا نہ ہو کہ صوبہ پنجاب 100 فیصد پولیس سٹیٹ بن کر رہ جائے۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی کہوں گی کہ ہمیں اپنے دماغوں کو استعمال کرنا چاہئے، یہ ideas کا دور ہے۔ ہمیں اس قسم کی پالیسی بنانی چاہئیں، خادم اعلیٰ جس چیز کا اظہار کرتے ہیں اور اگر اس پر عمل نہیں کرتے تو میں سمجھتی ہوں کہ تمام practice بیکار ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ جو چھوٹے اہلکاران ہیں ان پر بھی خدارا ترس کھایا جائے اور جھوٹی ایف آئی آر درج کرنے کا راستہ بند کیا گیا ہے اس پر بھی کنٹرول کیا جائے۔ میں نے اسمبلی میں سوال کیا تھا جس کا محکمہ نے جواب دیا تھا کہ ایک سال میں 75 ہزار 800 جھوٹی ایف آئی آر درج ہوئی ہیں اور جھوٹی ایف آئی آر درج کرانے کی وجہ سے ایک بندے کی عزت بھی گئی، مال وزر بھی گیا اور وہ ذلیل وخوار بھی ہوا لیکن جس نے جھوٹی ایف آئی آر درج کروائی اس کے لئے فقط چار ماہ کی قید تو اس پر بھی میں سمجھتی ہوں کہ کسی نے کارروائی نہیں کی۔ اگلے نے سوچا کہ پولیس سے جان چھوٹی تو ایک طرف حالت یہ ہے اور دوسری طرف دعوے بہت بڑے بڑے ہیں۔ میں آخر میں کہوں گی کہ خدارا پولیس کے جو چھوٹے اہلکاران ہیں ان پر بھی ترس کھایا جائے اور انہیں صرف اپنا ادنیٰ غلام نہ سمجھا جائے اور ان کی بہتری کے لئے بھی سوچا جائے۔ اس میں، میں یہ بھی کہوں گی کہ سو فیصد لوگ غیر ذمہ دار نہیں ہیں۔ ان میں اعلیٰ ظرف رکھنے والے ذمہ داران اہلکاران ہیں۔ جنہوں نے اپنی جانیں تک قربان کی ہیں میں ان کو بھی سلیوٹ پیش کرتی ہوں لیکن اکثریت غیر ذمہ داران کی ہے اس کی وجہ میں سمجھتی ہوں کہ صوبے کے سربراہ ہیں۔ اس احتجاج کے ساتھ کہ خدارا اس پر نظر ثانی کی جائے۔ میں اپنی بات ختم کرتی ہوں۔ بہت شکریہ

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں اپنی چند ایک معروضات پیش کروں گا کیونکہ آپ نے ارشاد فرمادیا تھا کہ آج ہماری چھ cut motions ہیں اور یہ اچھی تجاویز ہیں تاکہ ہماری طرف سے خیالات کے اظہار کے ذریعے حکومتی بنچز اور صاحب اقتدار کے کانوں تک تمام issues کے حوالے سے بات پہنچ جائے۔ اس لئے ہم آپ اور لاء منسٹر صاحب سے استدعا کرتے ہیں کہ کوئی time fix کر دیا جائے تاکہ سارے کے سارے ممبران اظہار خیال کر سکیں یا اگر سارے نہیں تو کم از کم maximum آ سکیں۔ اگر ایک fixation of time ہو گی تو بات کرنے میں بھی سہولت ہو گی اور آپ ہر مقرر کے

لئے کوئی time fix کر دیں، اس حوالے سے ہماری بات طے نہیں ہوئی تھی لیکن اگر یہ بھی طے ہو جائے تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: میں نے آپ کو بتا دیا ہے کہ آپ کے پاس ڈیڑھ دن ہے، چاہے وہ ایک ممبر پر لگا لیں یا چھ ممبران پر لگا دیں مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن آپ کو خود سوچنا چاہئے کہ کیا کرنا ہے۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! ہم manage کر لیتے ہیں۔ اس issue پر صرف چند ایک معروضات پیش کروں گا کیونکہ اس وقت چیف منسٹر صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں، کسی بھی ریاست کی جو بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے اور وہاں کے بسنے والے عوام جس چیز کا شدت سے تقاضا کرتے ہیں وہ ان کی جان و مال کا تحفظ ہوتا ہے اور وہ اسی پولیس اور اسی ڈیپارٹمنٹ کے ذریعے ہونا ہوتا ہے۔ اس سے جو بھی حکومت ہو اس کا vision سامنے آتا ہے۔ اس کٹوتی کی تحریک کی مخالفت کرتے ہوئے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ان ساڑھے تین سالوں کے اندر پولیس ڈیپارٹمنٹ کی یا تو direction ٹھیک نہیں تھی یا اس کی command صحیح ہاتھوں میں نہیں تھی، نرم ہاتھوں میں تھی یا ان کے عزائم کچھ اور تھے۔ میں یہ گزارش کرتا چلوں کہ یہاں پر گزشتہ چھ ماہ میں صرف لاہور میں سر سٹھ murders ہوئے ہیں اور اغواء کے آٹھ سو ستتر cases ہیں۔ یہ لاہور کی recorded figure ہے، اتنی بڑی figure یہ ان کی نا اہلی کی مظہر ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ان کو ٹیکسوں سے حاصل کیا ہوا اتنا زیادہ پیسا اس کٹوتی کی زد میں نہ دیا جائے کیونکہ یہ اس کے اہل ثابت نہیں ہوئے۔ ایک ٹیلی ویژن نے 13 ہزار سے زائد یومیہ ڈکیتیاں رپورٹ کیں اور ایک مؤقر جریدے نے لکھا ہے کہ 18 ہزار سے زائد یومیہ ڈکیتیاں ہیں جو پنجاب کے اندر ہیں۔ میں پرنٹ میڈیا کی بات کر رہا ہوں، پہلے میں نے الیکٹرانک میڈیا کی بات کی تھی۔ اغواء برائے تاوان یہاں پر ایک منافع بخش کاروبار بن چکا ہے۔ اس منافع بخش کاروبار کو ختم کرنے کے لئے اگر کوئی اس کے مانع آ سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف پولیس ہے۔ اغواء برائے تاوان یہاں تک ہے کہ ضروری نہیں کہ کسی دولت مند کو ہی اغواء کیا جاتا ہے، یہاں پر ایسے cases بھی آئے ہیں کہ کسی کے بچے کو اٹھایا گیا اور بے چارے سے 50 ہزار روپے مانگا گیا، اس کی استطاعت 50 ہزار روپے دینے کی بھی نہیں تھی اس نے سارے محلہ سے پیسے مانگ کر تاوان ادا کیا۔

جناب سپیکر! مجھے آپ کے ساتھ ساتھ چیف منسٹر کی توجہ بھی چاہئے اس لئے کہ چیف منسٹر صاحب کی سربراہی میں آنے والے سال کے اندر یہ صوبہ امن کا گہوارہ بن جائے۔۔۔

جناب سپیکر: اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کرے، ہم سب کی بھی یہی دعا ہے۔

چودھری ظہیر الدین خان: اغواء برائے تاوان یہاں سے ناپید ہو جائے، ڈکیتیاں یہاں سے ختم ہو جائیں اور یہ جو-/500روپے کا پسٹل لے کر اپنی گلی کے کونے میں جا کر اپنی ہی پھوپھی کو لوٹ لینے کا کلچر ہے اس کو ختم کرنے کے لئے پولیس اپنے قدم آگے بڑھائے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ پولیس کے روّیے سے تنگ آکر شہریوں نے جو رپورٹ کرانا بند کر دیا ہے۔ وزیر اعلیٰ اس پر توجہ فرماتے ہوئے اس پر کوئی سیمینار یا پولیس کی ایک ورک شاپ ترتیب دیں جس کے ذریعے ان کو کم از کم یہ سمجھادیں کہ میرے پنجاب کا کوئی شہری اپنی شکایت آپ تک لانے کے لئے خوف زدہ نہ ہو۔ پنجاب کے شہریوں کو اس خوف سے نجات دلا دیں کہ پولیس سٹیشن تک پہنچنے کے لئے وہ خوف زدہ نہ ہوں۔ جس کا قتل ہو وہ تدفین کی بجائے پولیس کی گاڑیوں کے پٹرول کا بندوبست نہ کرتا پھرے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دیہات میں اس سے بھی زیادہ حالات خراب ہو چکے ہیں۔ مویشی چوری، رسہ گیری نے یہاں پر اس قدر زور پکڑ لیا ہے۔ لوگ کلاشنکوف اور بندوقیں لے کر آتے ہیں، ٹرکوں اور ڈالوں پر مویشی ڈال کر چلے جاتے ہیں، اچھے بھلے لائیو سٹاک فارمز کو لوٹ لیا جاتا ہے۔ ان کو چیک پوسٹوں پر روکا جا سکتا ہے، پہلے زمانے میں تو کسی کی ایک بچھڑی جا رہی ہوتی تھی تو اس کی راہداری مانگی جاتی تھی، راہداری مانگنے کا رواج ہی ختم ہو گیا ہے۔ پولیس والے چیک پوسٹوں پر یہ نہیں پوچھتے، ایک مالک بھی لے کر جا رہا ہوتا ہے، ایک بیٹا بھی اپنی بہن کو ایک بھینس دینے کے لئے جا رہا ہوتا ہے لیکن اس کے لئے راہداری لے کر جانا ضروری ہوتا ہے۔ اس راہداری کو چیک کرنے کا یا اس کو لکھنے کا کلچر ہی ختم ہو گیا ہے اگر اس کو جاری رکھا جائے تو ان وارداتوں کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج گزرے ہوئے کل یعنی 20۔جون کے دوران لاہور کے اندر ڈکیتی کی تینتیس وارداتیں ریکارڈ ہوئی ہیں۔ آج کی "جناح" اخبار میں یہ figures reported ہیں اور میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آج وزیر اعلیٰ صاحب کا نہایت ہی خوش آئند بیان آیا ہے کہ پٹرولنگ پولیس کی جو خامیاں ہیں ان کو دور کر کے اس کو رواں کریں گے۔ ان کا بیان سر آنکھوں پر، اس میں اگر کوئی خامی ہے تو اس کو دور کیا جائے لیکن اس میں ساڑھے تین سال ضائع کر دیئے گئے، یہ ایک بہت بڑا نیٹ ورک ہے، پانچ سو میں سے تین سو پینسٹھ پولیس چیک پوسٹیں بن چکی ہیں اور اگر یہ تین سو پینسٹھ operative ہو جائیں تو کوئی بھی criminal or culprit ان کے چُنگل سے بچ کر جا نہیں سکتا۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میری جو معروضات ہیں ان میں، میں کوئی ایسی بات شامل نہیں کرتا جو کسی پولیس افسر کو ٹارگٹ کرنے کے لئے ہو وہ carrier officers ہیں اپنا pride لے کر آتے ہیں اور competition کے ذریعے آتے ہیں۔ ایک ہی گھر میں چار بھائی ہوتے

ہیں ان میں سے کوئی بھائی پولیس میں چلا جاتا ہے، کوئی سیاستدان بن جاتا ہے، کوئی انجینئر بن جاتا ہے۔ ہم ان کی جب بات کرتے ہیں تو کسی طریقے سے تضحیک یا تذلیل نہیں ہوتی۔ ہماری بات یہ ہوتی ہے کہ جو profession تم نے منتخب کیا ہے وہ تمہارا pride ہونا چاہئے اور اس سے پنجاب کے عوام کو تحفظ ملنا چاہئے اور تحفظ مہیا ہونے کے بعد اس ایوان کا سر فخر سے بلند ہونا چاہئے۔ انہی معروضات کے ساتھ میں یہ کہوں گا کہ چونکہ یہ محکمہ اپنی duties perform کرنے میں ناکام رہا ہے اس لئے اس demand کو رد کیا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ نے ہمارے mikes ہی بند کئے ہوئے ہیں۔ ہمیں بولنے کی اجازت ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: ماشاء اللہ آپ mike کے بغیر بھی بول سکتے ہیں۔ یہاں تک آواز آ سکتی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری گزارش یہ تھی کہ اپوزیشن نے پولیس کے بجٹ پر disapproval policy cut کا کیا ہے جس میں ہم نے کہا ہے کہ اس کو کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔ اس میں جو چیز واضح نظر آ رہی ہے کہ پچھلے کئی سالوں سے ہم پولیس کی budgetary allocations بڑھائے جا رہے ہیں اور ان کی performance میں ہمیں کہیں بہتری نظر نہیں آ رہی۔ میں مختصر بات کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ جب میں دیکھتا ہوں کہ ساری دنیا میں community policing کا ماڈل اپنایا جا رہا ہے اور بہت کامیابی سے اپنایا جا رہا ہے۔ ہمارے صوبہ پنجاب، ڈیرہ غازی خان اور راجن پور کے tribal areas کے اندر بھی community policing کی ایک مثال بارڈر ملٹری پولیس کی صورت میں موجود ہے اور اس کا جو command area ہے مجھے بتایا گیا ہے کہ وہاں کے 27 تھانے ہیں ان 27 تھانوں کی ایک سال کی جو جرائم کی شرح ہے وہ settled areas کے ایک تھانے کے ایک ہفتے کے جرائم کی شرح سے بھی کم ہے۔ ہمارے پاس ایک بہترین ماڈل community policing کا ہے جس کو ہمیں replicate کرنے کی ضرورت ہے اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ اس بارڈر ملٹری پولیس اور بلوچ نیوی کے اندر آدھی سے زیادہ آسامیاں خالی پڑی ہیں اور جب میں اس کی budgetary allocations دیکھتا ہوں تو وہ بھی کم ہو گئی ہیں اور اس وقت ہمارا صوبہ دہشت گردی کی لپیٹ میں آیا ہوا ہے۔ سخی سرور ڈیرہ غازی خان کے پاس ایک شہر ہے وہاں پر دہشت گردی کی واردات ہوئی اور اس میں بھی ہم نے دیکھا کہ یہی بارڈر ملٹری پولیس جس کو ہم غیر اہم سمجھ کر

ignoreکرتے ہیں اسی کے اہلکاروں نے پاکستان میں پہلی دفعہ ایک دہشت گرد خود کش حملہ آور کو زندہ گرفتار کیا اور دو تین مہینے ہو گئے ہیں، میں اس ایوان میں بھی بار بار یہ بات کہہ رہا ہوں اور ہر جگہ پر ہوم سیکرٹری صاحب کے پاس، چیف منسٹر صاحب کے سٹاف کو بھی کہتا رہا ہوں، ان افسران کو کسی نے شاباش کے دو لفظ بھی نہیں کہے۔ اگر یہ پنجاب پولیس کا کوئی افسر ہوتا تو اس کو قائداعظم پولیس میڈل مل جاتا، پاکستان پولیس میڈل مل جاتا، ان کی ترقیاں ہو جاتیں یا ان کو انعام و کرام سے نوازا جاتا لیکن بارڈر ملٹری پولیس جس نے یہ کارکردگی دکھائی اس کو کسی نے ابھی تک شاباش کے دو لفظ بھی نہیں کہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ جو کام کرنے والا element ہے، جس ایک چھوٹی سی فورس نے اپنی performance show کی ہے اس سے ہمیں سبق سیکھنا چاہئے اور اس کی effectiveness کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ community policing ہے، وہاں مقامی ریکروٹمنٹ ہوتی ہے، مقامی قبیلے کے لوگ اپنے اپنے علاقے میں پولیس پٹرولنگ کرتے ہیں اور جب کوئی مسئلہ ہوتا ہے تو سب کو پتا ہوتا ہے کہ فلاں آدمی اس جرم میں ملوث ہے اور اس کو آرام سے پکڑ لیا جاتا ہے لیکن جب ہم یہاں پر پنجاب پولیس کا دائرہ اختیار دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی کہیں کا رہنے والا ہو گا، اس کا کہیں پر تبادلہ ہو گا، وہ ان لوگوں کو جانتا ہو گا، اس کو یہ پتا ہو گا کہ اس علاقہ میں کون سے لوگ شریف ہیں، کون سے لوگ ایسے ہیں جن کے کردار ذرا زیادہ شریف نہیں ہیں تو میری گزارش یہ ہے کہ ہم اپنی law and order اور پولیس کی situation کو reassess کر کے اپنی پالیسی کو مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر بنائیں تاکہ community policing کا element سامنے آئے اس سے جرائم پر قابو پانے میں بہت زیادہ مدد ملے گی۔ میری ایک دفعہ پھر یہ گزارش ہو گی کہ بارڈر ملٹری پولیس کی طرز پر community policing کا نظام وضع کیا جائے۔ میں آپ کے توسط سے وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ کسی ایک ضلع میں، کسی ایک تحصیل میں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کو وزیر اعلیٰ صاحب سے ٹائم لے دیتے ہیں۔ میرے خیال میں آپ ان سے دس منٹ کے لئے میٹنگ کر لیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: حاضر جناب!۔۔۔ وہ بھی کر لیں گے۔ ہماری یہ cut motion policy کی disapproval ہے کیونکہ اس وقت ہمارے پاس جو نظام چل رہا ہے It has failed to deliver. ہمیں ایک alternate پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، بہت مہربانی۔ آپ سوچ لیں کن صاحب نے بولنا ہے؟

مخدوم محمد ارتضیٰ: جناب والا! یہ تو آپ نے decide کرنا ہے۔

جناب سپیکر: انہوں نے نام دیئے ہوئے ہیں، آپ کا بھی اس میں نام ہے، فیصلہ تو آپ نے آپس میں کرنا ہے، جلدی کریں، جس صاحب نے بھی بولنا ہے بولیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب والا! ہماری cut motion کا مقصد یہی باور کروانا ہے۔

جناب سپیکر: جس cut motion پر آپ بولنا چاہتے ہیں اس کا نمبر بتائیں؟

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب والا! یہ پولیس کے متعلق ہے۔

جناب سپیکر: آپ اس کا PC نمبر بولیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب والا! اس کا PC-21013 ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب والا! پولیس کے بجٹ میں اس سال ایک ارب روپے کا اضافہ کیا گیا ہے تاکہ پولیس کی کارکردگی کو بہتر کیا جا سکے۔ یقیناً حکومت کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے صوبے کے امن وامان کو بہتر سے بہتر کرے تاکہ عوام کو سستا انصاف مل سکے اور عوام کے مسائل حل ہو سکیں۔ جمہوری حکومت کا یہی فرض ہے لیکن اگر ہم گزشتہ ایک سال کے دوران ان کی کارکردگی دیکھیں تو پتا چلتا ہے کہ یہاں پر جرائم کی شرح دن بدن بڑھتی جا رہی ہے اور پولیس کی کارکردگی اتنی اعلیٰ نہیں رہی جتنی کہ پولیس کی تنخواہیں بڑھائی گئی ہیں۔ ان کے لئے weapons بھی لائے گئے اس کے باوجود یہاں پر اغواء برائے ڈکیتی کی وارداتیں، قتل کی وارداتیں اور خاص طور پر دہشت گردی کی وارداتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ اسی سال کے اندر اس صوبے میں جو وارداتیں ہوئیں ان کا بھی خصوصی طور پر جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے Prosecution Department میں پراسیکیوٹر جنرل کی پوسٹ ابھی تک خالی ہے، جس شخص نے ان جرائم پیشہ لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچانا ہے وہ سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ وہ دہشت گرد جو پکڑے گئے ان کے ابھی تک trial بھی مکمل نہیں ہو سکے۔ لاہور میں جی پی او پر دہشت گردی کا جو واقعہ ہوا تھا اس کا بھی ابھی تک trial نہیں ہو سکا۔ میری اس میں یہی گزارش ہے کہ اس سلسلے کو بہتر کرنے کے لئے پولیس کی مد میں جو اضافہ کیا گیا ہے اس پر cut لگایا جائے تاکہ پولیس اپنی کارکردگی کو بہتر کر سکے اور مزے کی بات یہ ہے کہ موجودہ حکومت جب برسراقتدار آئی تو ایک خصوصی رپورٹ میں کچھ ڈی ایس پی حضرات اور دوسرے پولیس افسران کی

نشاندہی کی گئی کہ یہ لوگ کرپٹ ہیں ان کی کارکردگی بہتر نہیں ہے لہذا ان کی posting نہ کی گئی لیکن تین سال کے عرصہ کے بعد ان کی نہ صرف posting کر دی گئی بلکہ ان کے خلاف کوئی انضباطی کارروائی بھی نہ کی گئی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اگر واقعی وہ کرپٹ تھے، ان کی کارکردگی صحیح نہیں تھی تو ان کے خلاف قانونی کارروائی کی جاتی اور ان black sheeps کو ملازمتوں سے برخاست کیا جاتا، ان کو تنخواہیں دی جاتی رہیں صرف posting نہ کی گئی۔ اب ان کی مختلف اسامیوں پر سفارش کی بنیاد پر posting بھی کر دی گئی ہے۔ دکھ اس بات کا ہے کہ ہمارے قول و فعل میں تضاد ہے، ہم عوامی ردعمل دکھانے کے لئے کچھ ایسا کردار ضرور ادا کرتے ہیں جس سے یہ پتا چلے کہ ہم بڑے ہی عوام کے ہمدرد ہیں اور پولیس کے حوالے سے ہم کام کر رہے ہیں، ہم بڑی محنت کر رہے ہیں اور عوام کے مسائل حل کر رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ ہم انہی معاملات کو جن کو ہم نعرے کے طور پر بلند کرتے ہیں انہی پر پردہ ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ یہی میری گزارش ہوگی کہ آج کے اس ماحول میں جہاں دہشت گردی نے ہمیں گھیر لیا ہوا ہے اس پر خصوصی توجہ دینا ہوگی۔ خالی اسامیوں کو بھی پُر کرنا چاہئے، پولیس کے معاملات کو درست کرنا چاہئے اور Police Patrolling کی جو facilities ہیں وہ ان کو دی جائیں تاکہ پولیس کے حوالے سے ہمارے معاملات بہتر ہوں۔ ہماری جمہوری حکومت پولیس کے حوالے سے بہتر کارکردگی دکھا سکے، اس سے اپوزیشن اور حکومت دونوں کو فائدہ ہے۔ اس سلسلے میں خفیہ اداروں کی رپورٹوں کو بھی مدنظر رکھا جانا چاہئے۔ سیاسی احکامات نہیں بلکہ ایسے انتظامی احکامات جاری ہونے چاہئیں جس سے پولیس کی کارکردگی بہتر ہو سکے اور اس بات کا احساس ہو سکے کہ پچھلے سال حکومت پنجاب نے پولیس کی کارکردگی کو بہتر کرنے کے لئے ان کی تنخواہوں میں، مراعات میں جو اضافہ کیا تھا اس سے صوبہ کی عوام کو فائدہ ہوا ہے۔ میری یہی گزارش ہے کہ ہم نے یہ کٹوتی کی جو تحریک پیش کی ہے اس میں ایک روپیہ کم کر کے اسے منظور فرمایا جائے تاکہ پولیس کی کارکردگی جو پچھلے ایک سال میں رہی ہے اس پر عوام کی توجہ دلا سکیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ مخدوم محمد ارتضیٰ صاحب!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! میں نے بھی اس پر گزارش کرنی تھی۔

جناب سپیکر: آپ اپنی بات آپس میں کر لیں، مجھے اس بارے میں پریشان نہ کریں۔ مخدوم صاحب! فرمائیں۔

مخدوم محمد ارتضیٰ: جناب والا! نمبر بولوں؟

جناب سپیکر: نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے، وہ پہلے پڑھ دیا ہے۔ آپ اپنی بات کریں۔

مخدوم محمد ارتضیٰ: شکریہ۔ جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میں اپنی بات کا آغاز ایک ایسی چیز سے کرنا چاہ رہا ہوں جو شاید میرے treasury benches والے دوستوں کو پسند نہ آئے۔ میں ایک واقعہ آپ کو سنانا چاہتا ہوں کہ جب چودھری پرویزالٰہی صاحب وزیراعلیٰ بنے تھے تو انہوں نے پولیس لائن میں جو پہلا function attend کیا تھا اس میں انہوں نے اپنی تقریر کا جو آغاز کیا تھا وہ ایک بڑی خوبصورت بات سے کیا تھا، انہوں نے اپنی اس تقریر میں کہا تھا کہ مجھے آپ تمام پولیس والوں سے بہت زیادہ دلی ہمدردی ہے، لا محالہ لوگوں میں ایک تشویش آئی کہ پولیس کے ساتھ اس ملک میں کس کو ہمدردی بھی ہو سکتی ہے؟ چودھری صاحب نے آگے وضاحت کی کہ مجھے آپ کے ساتھ اس لئے ہمدردی ہے کیونکہ آپ کی معاشرے میں کوئی عزت نہیں۔ آپ کی معاشرے میں اس لئے عزت نہیں کہ آپ کسی اور کی عزت نہیں کرتے۔ گزارش یہ ہے کہ جو نکتہ کل میں نے اپنی تقریر میں اٹھایا تھا تو اس کو میں تھوڑا سا expand کرنا چاہ رہا ہوں۔ آپ ہر سال پولیس کے لئے allocation بڑھاتے جا رہے ہیں اور آپ کا زیادہ تر focus اس بات پر ہے کہ ہمارے ملک میں جو اس وقت law and order کی situation ہے اس کے پیش نظر پیسے کی ضرورت ہے۔ ہم اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ پیسے کی ضرورت ہے مگر آپ کا یہ فرض بنتا ہے کہ پولیس کا عام شہری کے ساتھ جو رویّہ ہے وہ بھی درست ہو، آپ اس بات پر بھی نظر رکھیں کہ وہاں پر ہو کیا رہا ہے؟ آپ سب وہ حضرات بیٹھے ہیں جو الیکشن لڑ کر آئے ہیں، آپ کا تھانے چوکی کے ساتھ روز کا واسطہ پڑتا ہے۔ آپ اس کا procedure دیکھ لیں کوئی ایف آئی آر genuine ہو تو وہ موقع پر رجسٹرڈ نہیں ہوتی، جھوٹی ایف آئی آر دو منٹ میں رجسٹرڈ ہو جاتی ہے اور 90 فیصد مدعی جھوٹے ہوتے ہیں۔ محض ایک ایف آئی آر درج ہونے پر لوگوں کو گرفتار کر لیا جاتا ہے جو کہ totally غلط ہے، جب تک ضمنی میں اس کا نام نہ آئے اس وقت تک اس کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔ پولیس کا attitude کسی طریقے سے درست نہیں رہا، وہ اس معاملے میں totally fail ہو چکے ہیں، آپ میرے ڈسٹرکٹ کو دیکھ لیں ہماری خوش قسمتی یا بدقسمتی سمجھ لیں کہ ہم تین صوبوں کا سنگم ہیں۔ بلوچستان، پنجاب اور سندھ ہمارے ہاں جو ڈکیتی کی واردات ہوتی ہے چاہے وہ موٹر سائیکل کی ہو تو موٹر سائیکل بلوچستان پہنچ جاتا ہے اگر اغواء برائے تاوان کا مسئلہ ہو تو وہ بھی فوراً بلوچستان پہنچ جاتا ہے، ابھی تک اس چیز کو کنٹرول کرنے کے لئے ہمارے ڈسٹرکٹ میں پولیس کی طرف سے کوئی خاطر خواہ اقدامات نہیں کئے گئے۔ ایک اور trend جو شاید آپ لوگوں نے بھی محسوس کیا ہو، آج کل جو آدمی اپنی

جھوٹی ایف آئی آر درج کروانا چاہے وہ سیدھا ڈی پی او کے پاس جا کر رونا دھونا شروع کر دیتا ہے اور ڈی پی او اس پر پرچے کا آرڈر دے دیتا ہے۔ایک ڈی پی او کو کوئی حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ محض کسی ایک کی بات سنے اور دوسرے کو سنے بغیر ایس ایچ او کو آرڈر کر دے کہ تم اس پر پرچہ درج کر دو، بغیر تحقیق کئے یا بغیر یہ پوچھے کہ دوسری پارٹی کا کیا مؤقف ہے۔یہ کام تو عدالتیں بھی نہیں کرتیں، عدالت بھی ایس ایچ او کو یہی کہتی ہے کہ دوسری پارٹی کے facts کو ascertain کرو اور اگر پرچہ بنتا ہے تو دو ورنہ نہ دو لیکن اس وقت ہمارے اضلاع میں DPOs ناخدا بن کر پرچوں کے آرڈر دیئے جا رہے ہیں یہ کوئی طریقہ نہیں ہے اور ان کا جو basic function ہے اس سے utterly fail ہو چکے ہیں۔میں خود اس بات کا گواہ ہوں کہ دو پارٹیوں میں لڑائی ہو اور ایس ایچ او ایک پارٹی پر pressure ڈالے کہ تم دوسری پارٹی سے معافی مانگو اور جب وہ معافی مانگنے سے انکار کرے تو ایس ایچ او اس پر ڈکیتی کا پرچہ دے دے۔ یہ جو statistics ہیں جن کے تحت اتنا شور اٹھتا ہے کہ پنجاب میں لاء اینڈ آرڈر کی اتنی بُری صورتحال پیدا ہو گئی ہے، اتنی ڈکیتیاں ہو رہی ہیں، اتنی وارداتیں ہو رہی ہیں۔ہمارے پولیس والے چاہے وہ SHOs ہوں یا اس طرح کے DPOs ہوں یہ خود statistics create کر رہے ہیں۔آپ نے تو ہر ضلع میں جا کر نہیں دیکھا کہ یہ ڈکیتی ہوئی ہے یا نہیں ہوئی۔جب پولیس والے غصے میں آ کر ڈی پی او اور ایس ایچ او کے کہنے پر خود جھوٹے پرچے درج کریں گے تو اس کا بُرا اثر ہم سب پر پڑتا ہے اور آپ حکومتی بنچوں پر ہیں اس لئے آپ پر زیادہ اثر پڑتا ہے کہ آپ کی حکومت ہے اور آپ کی حکومت میں statistics کہیں گے کہ اتنی زیادہ ڈکیتیاں ہو گئی ہیں اور یہ کوئی ثابت نہیں کر سکے گا کہ ڈکیتی اصل تھی یا ڈی پی او صاحب کے کہنے پر پرچہ درج ہو گیا ہے۔گزارش یہ ہے کہ ایک محکمہ جو اپنے basic functions کی ادائیگی میں consistently fail ہو رہا ہے میرے خیال میں اسے مزید پیسا دینا بالکل جائز نہیں بنتا لہذا میری گزارش ہے کہ ان کی اس ناقص کارکردگی کو دیکھتے ہوئے اسے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

جناب طاہر اقبال چودھری: جناب سپیکر! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ بلوچستان کی پولیس نے وہاڑی میں ڈیرے جمائے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: اس وقت cut motions پر بات ہو رہی ہے۔

جناب طاہر اقبال چودھری: جناب سپیکر! چونکہ وزیراعلیٰ صاحب تشریف فرما ہیں اس لئے میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر (شہید) کے چھوٹے بھائی کے خلاف بلوچستان میں

ڈکیتی کا ایک جھوٹا مقدمہ درج کیا گیا ہے شاید وہ کبھی بلوچستان گئے بھی نہ ہوں۔ اس کے محرک ڈی آئی جی (آپریشن) لاہور غلام محمد ڈوگر ہیں ان کا وہاں پر مٹھو ڈوگر کے بھائیوں کے ساتھ dispute ہے اس لئے ان کے خلاف جھوٹا مقدمہ درج کیا گیا ہے اور بلوچستان پولیس نے وہاں ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ وہ یہاں کس ضمن میں آئے ہوئے ہیں؟ یہ موجودہ حکومت اور آئی جی صاحب کی ذمہ داری بنتی ہے کہ کیا وہ ان سے approval لے کر وہاں آئے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، انہوں نے note کر لیا ہے۔ اب آپ cut motion پر بات کرنے دیں۔

جناب طاہر اقبال چودھری: جناب سپیکر! جب قانون کے محافظ اس طرح کے جھوٹے مقدمے درج کرائیں گے تو عام لوگ کہاں جائیں گے؟

جناب سپیکر: آپ کی بڑی مہربانی، تشریف رکھیں۔ جی، محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں PC-21013 محکمہ پولیس کی اس ڈیمانڈ کی مخالفت کرتی ہوں، اگر ملکی جائزہ لیں تو دیگر صوبوں کی نسبت پنجاب میں شرح جرائم زیادہ ہوئے ہیں۔ پنجاب میں خواتین کے خلاف جرائم پانچ سو فیصد زیادہ ہیں، عزت کے نام پر قتل، زیادتی، گھریلو تشدد کے واقعات میں ہر سال خوفناک اضافہ ہو رہا ہے۔ عزت کے نام پر قتل، زیادتی، اجتماعی زیادتی، ونی، گھریلو تشدد ہراساں، جلائے جانے جیسے جرائم میں پنجاب سر فہرست ہے۔ خواتین کے خلاف جرائم میں خوفناک اضافے کے حوالے سے ایک رپورٹ بھی شائع ہوئی ہے اس میں یہ بتایا گیا کہ 2009 میں پنجاب میں خواتین کے خلاف 6995 جرائم ہوئے ہیں جبکہ دیگر صوبوں میں ان سے کم ہوئے ہیں۔ ان بنیادوں کی وجہ سے اس ڈیمانڈ کو رد کیا جائے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! اپوزیشن کے معزز ممبران نے اس کٹوتی کی تحریک کے حق میں دلائل دیتے ہوئے جن قیمتی خیالات کا اظہار کیا ہے میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہم ان کی ہر بات سے رہنمائی لینے اور پولیس کی کارکردگی بہتر بنانے کے لئے کوشش کریں گے اور انہوں نے جو facts and figures پیش کئے مثال کے طور پر انہوں نے یہ کہا کہ پولیس کا یہ عالم ہے کہ لوگ ڈاکوؤں سے کم اور پولیس سے زیادہ ڈرتے ہیں اور ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ پولیس والوں سے ادنیٰ غلامان مصر کی طرح کام لیا جاتا ہے۔ یعنی وہ ایک طرف ادنیٰ غلامان مصر ہیں اور

دوسری طرف ان کا یہ چہرہ ہے کہ ان سے دنیا ڈرتی ہے،facts and figures پیش کئے گئے کہ اتنے ہزار مقدمات درج ہوئے، جو انہوں نے figures پیش کئے ہیں وہ recorded figures ہیں اور ساتھ یہ گلہ بھی کیا کہ لوگوں نے تھانے جانا اور اپنے مقدمات رپورٹ کرانا چھوڑ دیا ہے۔بنیادی طور پر جو چار points ہیں میں اس حوالے سے معزز ممبران کی خدمت میں صرف facts and figures رکھنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر! بات یہ کی جاتی ہے کہ پولیس کا بجٹ بہت زیادہ بڑھا دیا گیا ہے اور پولیس کی تنخواہوں میں بہت زیادہ اضافہ کیا جا رہا ہے۔اس وقت بھی ایک کانسٹیبل -/16850 روپے ماہانہ تنخواہ لے رہا ہے۔آج کی مہنگائی کے اس زمانے میں جب ایک عام مزدور آٹھ سے دس گھنٹے کام کر کے کم از کم اڑھائی تین سو روپے دہاڑی لیتا ہے اور یہ کانسٹیبل جس کی 24 گھنٹے ڈیوٹی ہے اور جسے چھٹی صرف بیماری کی صورت میں ملتی ہے اسے مہینے کے صرف -/16850 روپے دیئے جاتے ہیں۔اب اس سے کوئی اندازہ لگا لے کہ یہ کتنی بڑی تنخواہ ہے جس کے متعلق خواہ مخواہ ایک پراپیگنڈہ مہم چلائی جاتی ہے کہ تنخواہیں دو یا تین گنا کر دی ہیں۔وزیر اعلیٰ پنجاب، خادم اعلیٰ پنجاب کا یہ vision تھا اور وہ اس کے مطابق ان لوگوں کی تنخواہ اس level پر لے کر آئے کہ ایک آدمی کی دو وقت کی روٹی اور اس کے بچوں کا گزارہ ہو سکے ورنہ یہاں صوبہ میں جس قسم کے terrorism اور جس قسم کے حالات درپیش ہیں ان کی مثال آپ کے سامنے ہے کہ پولیس فورس کے ایک بندے نے بھی اپنی ڈیوٹی سے انحراف نہیں کیا۔اگر ایک جگہ پر خودکش حملہ ہوا اور وہاں پر پولیس کانسٹیبل یا پولیس آفیسر شہید ہوئے تو اس کے فوراً بعد وہیں پر دوبارہ پولیس کے جوان اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہے تھے۔(نعرہ ہائے تحسین)

یہ محض پراپیگنڈہ ہے۔تنخواہوں میں جو اضافہ کیا گیا وہ موجودہ حالات کے مطابق کیا گیا اور آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ تنخواہ میں یہ اضافہ کوئی اتنا زیادہ نہیں ہے بلکہ اگر آپ عصر حاضر کے حالات دیکھیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کم ہے۔

جناب سپیکر! اس وقت پولیس کی strength ایک لاکھ 77 ہزار 492 ہے اور یہ دنیا کی دوسری بڑی پولیس فورس ہے اور اس سال اس میں 7462 ملازمین کا اضافہ کیا گیا ہے ۔جس بجٹ کے متعلق یہ کہا جا رہا ہے کہ بجٹ میں زیادہ پیسے دے دیئے گئے ہیں اور انہیں بہت زیادہ lavishly oblige کیا گیا ہے۔اس ٹوٹل بجٹ کا 84.86 فیصد یعنی تقریباً 85 فیصد صرف اور صرف تنخواہوں میں جاتا ہے۔اس کے علاوہ تقریباً 7.5 فیصد POL charges کی مد میں جاتا ہے۔ٹیلیفون اور دوسرے charges کی مد میں

تقریباً4 فیصد جاتا ہے اور یہ تقریباً95 فیصد بنتا ہے۔5 فیصد یعنی400 یا500 ملین روپے اتنی بڑی force جو کہ پونے دولاکھ افراد پر مشتمل ہے پر خرچ ہوتے ہیں۔اس میں ان کو نئے weapons،گاڑیاں اور دوسرے سامان کی ضرورت ہوتی ہے یا نئے innovations پر کام کرنا ہوتا ہے تو اس کے لئے 400/500 ملین روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے موجودہ حالات میں یہ رقم کم تو ہے لیکن زیادہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر! یہ کہا گیا کہ چونکہ پولیس کی کوئی performance نہیں ہے اس لئے اس grant or demand کو مسترد کر دیا جائے۔ میں اس سلسلے میں بالکل الفاظ کا سہارا نہیں لوں گا بلکہ میں چند bare facts اس معزز ایوان کے سامنے رکھنا چاہوں گا۔یکم جولائی 2010 سے لے کر 30۔ مئی 2011 تک تقریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ بنتا ہے۔ جس کے دوران پنجاب میں انیس دہشت گردی کے واقعات ہوئے ہیں۔ دہشت گردی کے ان واقعات میں نو پولیس آفیسر اور ایک سو ستتر سویلین شہید ہوئے جبکہ 29 پولیس آفیسر اور سات سو چون سویلین زخمی ہوئے ہیں۔ میں on the floor of the House یہ کہوں گا کہ یہ تمام facts & figures میں پورے یقین اور verification کے بعد ایوان میں پیش کر رہا ہوں۔ جب آئی جی پولیس نے مجھے یہ figures دیئے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ ان کو re-verify کریں۔ میں آج میڈیا اور اپوزیشن کے معزز ممبران کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ وہ یہ figures نوٹ فرمائیں اور اگر ان میں کوئی کمی بیشی ہو تو We will be held responsible ان انیس دہشت گردی کے واقعات میں سے بارہ cases workout ہوئے اور 72 دہشت گردوں کو گرفتار کیا گیا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں معزز ایوان کے ممبران اور میڈیا سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ figures نوٹ فرمائیں۔ میں یکم جولائی 2010 سے 30۔ مئی 2011 تک کی بات کر رہا ہوں کہ اس عرصہ کے دوران 96,924 اشتہاری ملزمان کو گرفتار کیا گیا۔ان میں سے انسٹھ وہ لوگ ہیں کہ جن کی head money مقرر کی گئی تھی۔ سر کی قیمت معاشرے کے ان ناسوروں کی مقرر کی جاتی ہے کہ جنہوں نے لوگوں کا جینا محال کیا ہوا ہو اور اس میں باقاعدہ court proceedings involve ہوتی ہیں اس لئے ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی کی اپنے طور پر head money مقرر کر دی جائے۔

جناب سپیکر! یہاں پر بہت واویلا کیا جا رہا ہے کہ fake police encounters بہت ہو رہے ہیں۔ میں اس میں کوئی argument پیش نہیں کروں گا لیکن اس حوالے سے facts اس معزز

ایوان اور میڈیا کے سامنے ضرور رکھوں گا۔کیا یہ facts اس بات کی دلیل نہیں ہیں کہ یہ یک طرفہ propagation ہے؟ہاں،غلطی یا تجاوز کی گنجائش ہر جگہ اور ہر محکمہ میں موجود ہے۔اگر محکمہ پولیس میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ جو اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرتے ہیں تو ان کے لئے جزا و سزا کا نظام بھی موجود ہے۔اس حوالے سے میں بعد میں عرض کروں گا کہ موجودہ حکومت اور وزیراعلیٰ پنجاب نے محکمہ پولیس میں کس طرح جزا و سزا کے نظام کو مؤثر بنایا ہے۔

جناب سپیکر!یکم جولائی 2010 سے 30۔مئی 2011 تک 262 encounters ہوئے اور ان encounters میں 30 پولیس آفیسر شہید جبکہ 66 زخمی ہوئے ہیں۔اس میں ایک سو پینتالیس criminals مفرور ملزمان ہلاک ہوئے جبکہ 319 ملزمان کو گرفتار کیا گیا۔یہ کہنا کہ صرف ان لوگوں کو ہلاک کرنے کے لئے encounters کئے جاتے ہیں صحیح نہیں ہے۔یہ figure اس figure سے double ہے بلکہ tripple ہے کہ جن لوگوں کو گرفتار کر کے ان کو انصاف کے کٹہرے میں لایا گیا ہے۔

جناب سپیکر!پولیس میں جزا و سزا کے عمل کو موجودہ حکومت نے کس طرح سے مؤثر بنایا ہے اب میں اس بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔پولیس فورس کی کل تعداد ایک لاکھ 77 ہزار ہے اور اسی period میں جس کا میں ذکر کر رہا ہوں 59473 پولیس کے لوگوں کو سزا دی گئی ہے۔اس حوالے سے جو بھی معاملات پائے گئے ان کے متعلق departmental inquiries ہوئیں اور ان inquiries پر ان لوگوں کو سزائیں دی گئیں۔میں یہ بات پورے دعوے سے کہتا ہوں کہ نہ صرف پنجاب، پاکستان بلکہ پورے برصغیر میں کوئی ایسا محکمہ نہیں ہے کہ جس کے ملازمین کی تعداد پونے دو لاکھ ہو اور اس میں سزا اور جزا کا عمل اتنا کڑا ہو کہ تقریباً 60 ہزار لوگوں کو سزا دی جائے اور اس میں سے 11233 ایسے لوگ ہیں کہ جن کو Major plenty دی گئی ہے۔Major plenty میں dismissal, compulsory retirement and forfeiture approved service and reduction in rank شامل ہے۔

جناب سپیکر!یہ facts & figures ہیں کہ جن کو میں نے معزز ایوان کے سامنے رکھا ہے اور میں نے اس میں اپنے پاس سے کسی قسم کی کوئی لفاظی یا بات نہیں کی ہے۔یہ سب bare facts ہیں۔یہ معزز ایوان اس بات کا شاہد ہے اور معزز میڈیا اس کو سُن رہا ہے۔یہ میرے ان facts & figures کو verify کریں،اگر یہ facts verify ہوں تو میں یہ نہیں کہتا کہ آپ یہ کہیں کہ گلاس بھرا ہوا ہے لیکن آپ یہ دیکھیں کہ گلاس آدھا بھرا ہوا ہے۔آپ صرف اس کی طرف نہ دیکھیں کہ یہ آدھا

خالی ہے۔ ہمیں ایک positive approach کے ساتھ ان حالات کو ٹھیک کرنے کے لئے آگے بڑھنا ہوگا۔ ان حالات کو یہاں تک پہنچانے میں کسی کا ہاتھ نہیں ہے ماسوائے ان ڈکٹیٹروں اور آمروں کے جنہوں نے اپنی dictatorship قائم رکھنے اور اس قوم پر مسلط رہنے کے عرصہ کو دراز کرنے کے لئے غیر ملکی آقاؤں کے سامنے تو ناک رگڑی لیکن اس ملک میں ایسی پالیسی اپنائی کہ یہ ملک دہشت گردی کی دلدل میں پھنس گیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں یہ facts بھی آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا کہ آرے بازار میں دہشت گردی کا واقعہ ہوا جس میں 20 ملازمین شہید اور 38 زخمی ہوئے اور اس میں ایک دہشت گرد عمر عدیل گرفتار ہوا۔ عدالت نے اسے اس کیس میں 20 مرتبہ سزائے موت اور 77 لاکھ روپے جرمانہ کیا۔ واہ کینٹ میں جو واقعہ ہوا اس میں حمید اللہ نامی آدمی گرفتار ہوا اور اسے بھی موت کی سزا ہوئی۔ اسی طرح acid throwing کے cases ہیں۔ تھانہ رائے ونڈ میں ایک مقدمہ نمبر 254/2009 اور قصور میں ایک مقدمہ میں ملزمان کو عمر قید کی سزا ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ figures بھی آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا کہ اسی عرصے کے دوران تقریباً 400 مقدمات ایسے ہیں کہ جن میں ملزمان کو سزائے موت ہونے کے بعد اُن کی اپیلیں سپریم کورٹ سے خارج ہو چکی ہیں لیکن کسی ایک ملزم کی بھی execution نہیں ہوئی۔ آخر ان حالات میں جن لوگوں کے خلاف ٹرائیل کورٹ سے مقدمہ ثابت ہو گیا، ہائی کورٹ سے ثابت ہو گیا اور سپریم کورٹ سے ثابت ہو گیا تو ایسے مجرم جن کا جرم انتہائی ہولناک اور خوفناک ہے اُن مجرموں کو ایوان صدر سے کیوں stay grant کیا گیا ہے؟ وہ مجرم عبرت کا نشان بننے کی بجائے جیلوں میں بیٹھے ہیں اور اُن کو اُن کی سزا نہیں دی جا رہی۔

جناب سپیکر! میں یہ facts بھی آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا کہ جنوری 2010 سے 31- مئی 2011 تک دہشت گردی کی عدالتوں میں ایک ہزار 18 مقدمات کا ٹرائیل ہوا اِن میں سے کچھ مقدمات کا compromise ہوا، 501 مقدمات کا فیصلہ ہوا اور ان 501 مقدمات میں سے 347 مقدمات میں سزا ہوئی اور 237 دہشتگردوں کو ان مقدمات میں سزائے موت اور 295 دہشتگردوں کو عمر قید کی سزا سنائی گئی اس طرح سے سزا کی شرح 69 فیصد بنتی ہے۔ میں اسی طرح سے یہ facts بھی آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا کہ اسی عرصہ کے دوران دوسری عدالتوں میں 41 ہزار مقدمات کا فیصلہ

ہوا جن میں 37ہزار مقدمات میں سزائیں ہوئیں جبکہ 6ہزار مقدمات بری ہوئے اور اس طرح سے اُس کی شرح 85فیصد بنتی ہے۔

جناب سپیکر! یہ facts and figures اس معزز ایوان اور معزز میڈیا کے سامنے رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ جب کوئی واقعہ یا جرم ہوتا ہے تو اُس کی خبر کو گھنٹوں نہیں بلکہ دنوں چلایا جاتا ہے لیکن جب اُس مجرم کے خلاف سزا اور جزا کا عمل ہوتا ہے تو اُس کو وہ space نہیں دی جاتی جس سے میں سمجھتا ہوں کہ لوگوں کو بہتر طور پر آگاہی نہیں ہوتی اور دوسرا اس سے نہ صرف عوام میں مایوسی پھیلتی ہے بلکہ crime fighting کی spirit میں خلل آتا ہے اس لئے میں یہ facts and figures آپ کے سامنے رکھ کر وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف اور موجودہ حکومت کی طرف سے اس معزز ایوان کو بھرپور یقین دہانی کراتا ہوں کہ یہ حکومت اس صوبہ کے لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کے لئے تمام تر وسائل کو بھی بروئے کار لائے گی اور تمام تر کوششوں کو بھی بروئے کار لائے گی اور اس میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جائے گا اور پولیس فورس کو ایک ایسی فورس کے طور پر منظم کیا جائے گا۔ عقل کے اندھے کئی لوگوں کو یہ سمجھ نہیں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے چیف آف آرمی سٹاف سے بات کر کے اُن کو اس بات پر راضی کیا اور پولیس کو باقاعدہ ایک commando stage پر ٹریننگ کرائی جا رہی ہے تاکہ وہ crime fighting میں بہتر سے بہتر role ادا کر سکیں جبکہ کئی عقل کے اندھے ان باتوں کو کسی اور رنگ سے دیکھتے ہیں۔ بہر حال اس پولیس فورس کو انشاء اللہ تعالیٰ ایک ایسی فورس کے طور پر منظم کیا جا رہا ہے جو اس ملک کے عوام کے جان و مال کی بہتر طور پر حفاظت کر سکے۔ ہم موجودہ وسائل میں سے ان کو بہت کم حصہ دے سکے ہیں لیکن ہماری ہمیشہ یہ کوشش رہے گی کہ لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کے لئے زیادہ سے زیادہ وسائل مختص کئے جائیں اس لئے آپ سے اور اس معزز ایوان سے میری یہ استدعا ہے کہ اس کٹوتی کی تحریک کو مسترد کیا جائے۔

(اذانِ ظہر)

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! لاء منسٹر کی طرف سے یہ اعداد و شمار دینے کے بعد مجھ پر یہ انکشاف ہوا ہے کہ پنجاب امن کا گہوارہ ہے اور یہاں پر ہر طرف چین کی بانسری بجائی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔ چودھری صاحب! ویسے آپ کو شاباش دینی چاہئے تھی اور آپ ایسے بات نہ کیا کریں۔ اب سوال یہ ہے کہ:

"52۔ارب 11 کروڑ 67 لاکھ 85 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر PC-21013 "پولیس" کم کرکے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 52۔ارب 11 کروڑ 67 لاکھ 85 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پولیس برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

MR SPEAKER: Leader of the House.

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): جناب سپیکر! شکریہ۔ میں آپ کی اجازت سے صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے جو کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی اس پر بے شمار معزز ممبران نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ میں نے اور میری پارٹی کے ممبران نے ان کی تمام باتوں کو انتہائی غور سے سنا۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ ان کی جو رائے اور تجاویز ہیں ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس کو پورے صدق دل کے ساتھ جہاں جہاں ان پر عمل کر سکے صوبہ میں لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے کریں گے کیونکہ اس ساری بحث کا یہی مقصد ہے کہ ایک ایک پائی جو عوام کی جان ومال کی حفاظت کے لئے استعمال کی جا رہی ہے اس کا عوام کو بھرپور فائدہ پہنچنا چاہئے۔ میں یہاں یہ عرض کروں گا کہ اگر یہ کہا جائے کہ پاکستان یا صوبہ پنجاب امن کا گہوارہ ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ حقائق کے خلاف بات ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ عوام کی جان ومال کی حفاظت کے لئے ہم جتنی بھی کوشش کریں وہ کم ہے۔ میں کسی ایک فرد کو یا کسی ایک عرصے یا era پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا لیکن اگر اس معزز ایوان میں یہ کہا جائے کہ اس دور میں آفیسرز کو اوایس ڈی بنایا گیا یا ان کو فیلڈ سے ہٹایا گیا تو اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ بدقسمتی سے وہ بدترین قسم کے آفیسرز تھے، وہ چاہے بڑے آفیسرز تھے یا چھوٹے آفیسرز تھے ان کو ہٹایا گیا تھا۔ اس ایوان میں یہ کہا گیا کہ میں نے یا میری حکومت نے ان کو دوبارہ field posting دے دی ہے تو یہ حقائق کے خلاف ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو field posting نہیں دی گئی۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ میرے پچھلے دور میں جن بدترین راشی آفیسرز کو اوایس ڈی بنایا گیا تھا اس

دور میں چن چن کر ان کو نہ صرف فیلڈ میں اعلیٰ posts دی گئیں بلکہ ان کو ترقیاں بھی دی گئیں اور ایک dacoit in uniform کو فیصل آباد میں اعلیٰ ترین post دی گئی۔ اسی کے نتیجے میں ایک بڑا اندوہناک اور افسوسناک واقعہ ایک بچی کے rape کے حوالے سے فیصل آباد میں ہوا تھا۔ وہ دلخراش واقعہ پوری دنیا کو آج بھی یاد ہے، وہ واقعہ اس لئے ہوا کہ اس شخص کو ہمارے دور میں اوایس ڈی بنایا گیا بعد میں اس کو ترقی دی گئی اور field میں اعلیٰ ترین job دی گئی بلکہ اس زمانے میں ایک ریٹائرڈ پولیس آفیسر کو دوبارہ کنٹریکٹ پر ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ڈی پی او بنایا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ واقعات ان کا تسلسل ہیں۔ میں یہاں پر کسی point scoring میں نہیں جانا چاہتا صرف آپ کو اور اس معزز ایوان کو یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اچھائیوں کو میں نہیں گنتا لیکن جو خرابیاں ہیں ان کی طرف میں مزید توجہ دوں گا۔ یہ ڈکیتیاں اور چوریاں بند ہونی چاہئیں۔ اس پر بھرپور گرفت کرنی چاہئے۔ میں آپ کو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر میرے ایک انتہائی معزز ممبر پنجاب اسمبلی نے فرمایا کہ شاید پچھلے تین سالوں میں اچھے پولیس کے سپہ سالار نہیں لائے گئے۔ اس صوبہ میں تین سپہ سالار آ چکے ہیں۔ میں یہ بات ڈنکے کی چوٹ پر بلا خوف و تردید کہنا چاہتا ہوں کہ یہ تینوں سپہ سالار انتہائی ایماندار آفیسر تھے۔ آج بھی صوبہ کا جو سپہ سالار ہے وہ انتہائی professional اور ایماندار آفیسر ہے مگر خرابی کینسر کی طرح پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں پر پنجاب میں چوریاں اور ڈکیتیاں بند کرنے کی بات کی گئی اور پنجاب کی مثالیں دی گئیں اخبارات کے تراشوں کا حوالہ دیا گیا۔ میرے لئے اخبارات کے تراشے انتہائی اہم ہیں، میڈیا ہماری رہنمائی کرتا ہے لیکن خدارا اس بات کا بھی آپ فیصلہ فرمائیں کہ جہاں پر 75۔ارب روپے کا ڈاکا ایک بنک میں پڑ جائے، جہاں پر N.I.C.L کے اندر 6۔ارب روپے کا ڈاکا پڑ جائے تو وہاں پر چوریاں ڈکیتیاں نہیں ہوں گی تو پھر کیا ہو گا؟ کیا خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ نہیں پکڑتا لیکن میں اس کا قائل نہیں ہوں، نہ صرف وہ 75۔ارب روپے کا ڈاکا، نہ صرف وہ N.I.C.L کا ڈاکا، نہ صرف اور قسم کے ڈاکے بلکہ ہر قسم کی چوری اور ڈکیتی بند کرنے کے لئے اس ملک میں اس صوبہ کے لئے ہم انشاء اللہ اپنی جان و مال اور ہر چیز لگا دیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: اب نماز ظہر کے لئے آدھ گھنٹہ کا وقفہ کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر وقفہ برائے نماز ظہر کے لئے اجلاس کی کارروائی آدھ گھنٹہ کے لئے ملتوی کی گئی)

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے وقفہ کے بعد جناب سپیکر 2 بج کر 2 منٹ پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ صاحب! اگر میری بات سن رہے ہیں تو ایوان میں تشریف لے آئیں۔ وزیر خزانہ صاحب مطالبہ زر نمبر PC-21016 خدمت صحت پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر PC-21016

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک رقم جو 26۔ارب 40 کروڑ 28 لاکھ 79 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمت "صحت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک رقم جو 26۔ارب 40 کروڑ 28 لاکھ 79 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمت "صحت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

اس میں کٹوتی کی تحریک ان معزز ممبران کی طرف سے پیش کی گئی ہے:

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان، جناب شاہان ملک، میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا، جناب قاسم ضیاء، سید حسن مرتضیٰ، حاجی محمد اسحاق، محترمہ نیلم جبار چودھری، چودھری محمد طارق گجر، جناب قیصر اقبال سندھو، جناب تنویر اشرف کائرہ، جناب آصف بشیر بھاگٹ، میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل، چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ)، جناب تنویر الاسلام، جناب فاروق یوسف گھرکی، جناب شاہجہان احمد بھٹی، رائے محمد اسلم خان، سردار محمد حسین ڈوگر، جناب امجد علی میئو، محترمہ روبینہ شاہین وٹو، جناب محمد اشرف خان سوہنا، ملک محمد عامر ڈوگر، سید ناظم حسین شاہ، جناب احمد حسین ڈیہر، ڈاکٹر محمد اختر ملک، سید احمد مجتبیٰ گیلانی، رانا بابر حسین، جناب محمد جمیل شاہ، جناب محمد حفیظ اختر

چودھری، جناب شہزاد سعید چیمہ، سردار خالد سلیم بھٹی، ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال، سردار اطہر حسن خان گورچانی، چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا، جناب افتخار علی کھیتران، صاحبزادہ محمد گزین عباسی، جناب شاہ رخ ملک، جناب محمد طارق امین ہوتیانہ، میاں محمد علی لالیکا، چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ)، کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد، مخدوم محمد ارتضیٰ، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں، جناب جاوید حسن گجر، سید عبدالقادر گیلانی، محترمہ نرگس فیض ملک، محترمہ فوزیہ بہرام، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ ساجدہ میر، محترمہ سفینہ صائمہ کھر، ڈاکٹر آمنہ بٹر، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ فائزہ احمد ملک، محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ)، جناب پرویز رفیق، چودھری ظہیر الدین خان، چودھری عامر سلطان چیمہ، جناب محمد محسن خان لغاری، سردار محمد یوسف خان لغاری، جناب محمد شفیق خان، جناب خرم نواب، ملک اقبال احمد لنگڑیال، جناب خالد جاوید اصغر گھرال، کرنل (ریٹائرڈ) محمد عباس چودھری، جناب منور حسین منج، جناب محمد یار ہراج، جناب طاہر اقبال چودھری، میاں شفیع محمد، سردار عامر طلال گوپانگ، ڈاکٹر محمد افضل، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا، جناب ظفر ذوالقرنین ساہی، ڈاکٹر سامیہ امجد، محترمہ آمنہ الفت، سیدہ بشریٰ نواز گردیزی، محترمہ سیمل کامران، محترمہ خدیجہ عمر، سیدہ ماجدہ زیدی، ڈاکٹر فائزہ اصغر، محترمہ ثمینہ خاور حیات، محترمہ انبساط حامد، محترمہ زوبیہ رُباب ملک، محترمہ قمر عامر چودھری، محترمہ حمیرا اویس شاہد اور انجینئر شہزاد الٰہی۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر بات نہیں ہوگی۔ I am extremely sorry.

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ نے جو نام پڑھے ہیں ان میں سے کچھ نام رہ گئے ہیں۔

جناب سپیکر: کن کے نام رہ گئے ہیں؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! اس لسٹ میں جو نام لکھے گئے ہیں شاید کچھ نام آپ بھول گئے ہیں یا پڑھ نہیں سکے؟ میں ان کی نشاندہی کرنا چاہ رہا تھا۔ ملک نوشیر خان لنگڑیال صاحب کا بھی نام رہ گیا ہے۔

جناب سپیکر: میں نے پڑھا ہے۔ جی، ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں کٹوتی کی یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ:

"26۔ارب40کروڑ 28لاکھ98ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21016خدمات "صحت" کم کرکے ایک روپیہ کردی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"26۔ارب40کروڑ 28لاکھ98ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21016خدمات صحت کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت(ڈاکٹر سعید الٰہی):.I oppose it

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، چودھری ظہیر الدین خان صاحب!

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! یہ disorder والی بات ہے اس پر وضاحت چاہتا ہوں کہ لاء منسٹر صاحب بھی تشریف فرما ہیں اور یہ ڈیمانڈ منسٹر صاحب نے پیش کی ہے لیکن اس کو oppose کرنے کے لئے اب پارلیمانی سیکرٹری صاحب آ گئے ہیں اس کے لئے hard and fast rules ہیں کہ ایک منسٹر کو notified کیا جاتا ہے۔ اگر پارلیمانی سیکرٹری صاحب کو notified کیا گیا ہے تو پھر منسٹر صاحب نے کیوں ڈیمانڈ پیش کی ہے اور اگر منسٹر صاحب کو notified کیا گیا ہے تو پھر پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے اس کو کیوں oppose کیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں محترم چودھری ظہیر الدین صاحب کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ rules کے مطابق demand وزیر خزانہ نے ہی پیش کرنی ہوتی ہے اور concerned Minister or Parliamentary Secretary بھی اس کو oppose or defend کر سکتا ہے۔

چودھری ظہیر الدین خان: پچھلی جو cut motion تھی وہ Finance Minister صاحب نے move کی تھی؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): جی، پچھلی Finance Minister صاحب نے move کی تھی اور میں نے اسے oppose کیا تھا۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! یہ کہہ رہے ہیں کہ وزیر خزانہ نے move کی تھی اس میں ابھی سے discrepancy شروع ہو گئی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): نہیں، اس میں کوئی discrepancy نہیں ہے، جس تحریک کو میں نے oppose کیا اس demand کو وزیر خزانہ نے ہی پیش کیا تھا۔

چودھری ظہیر الدین خان: آپ بجا فرماتے ہیں، میں نے آپ کی توجہ اس طرف دلائی تھی کہ ایوان majority کے ساتھ چل رہا ہے اس کے باوجود اس کو بالکل ہی unwieldy اس طرح نہیں ہونا چاہئے کہ کسی rule کا خیال ہی نہ رکھا جائے۔

جناب سپیکر: یہ rules کے مطابق ہے، آپ کو ابھی بتا دیتے ہیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جی، آپ ابھی order فرمائیں اور rules پڑھ دیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! متعلقہ پارلیمانی سیکرٹری اور منسٹر کو اپنے محکمہ کے بارے میں مکمل اختیارات ہوتے ہیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں نے ایک گزارش کی ہے اور منسٹر صاحب نے اس کی وضاحت بھی فرمائی ہے، اب انہوں نے جو وضاحت کی ہے وہ rules کو follow نہیں کر رہی۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ tradition یہ رہی ہے کہ جو شخص put demand کرتا ہے وہی اس کو oppose کرتا ہے کیونکہ یا تو وہ by oath minister ہوتا ہے یا by designation or notification اس کام کے لئے ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے، rules کے مطابق وہ notified ہیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! جی، ٹھیک ہے۔ میرے علم میں نہیں تھا۔

جناب سپیکر: آپ اس تحریک کے حق میں کیا بولنا چاہتے ہیں؟ بولیں۔ جی، ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میرے عزیزو!

بدن کو تحلیل کرنے والی
ریاضتوں پر عبور پائے ہوئے
سکوں کو تجے ہوئے بے مثال لوگو!
میں اپنے ہونے کا داغ
آخر کو دھو چلا ہوں
کہ جتنا رونا تھا رو چکا ہوں
مجھے نہ اب انت کی خبر ہے
میں تو بس اتنا جانتا ہوں

کہ نیستی کے سکوت عالم کے جبل مطلق
کہ بحر موج سے ملوں گا
توانت ہو گا
یہ ہو نا دکھ ہے
نہ ہو نا دکھ ہے
ثبات دکھ ہے
دوام دکھ ہے
میرے عزیزو! تمام دکھ ہے
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آج کی cut motion جس پر میں بات کرنا چاہتی ہوں، اس سے پہلے ایک غیر روایتی انداز میں، میں ایک بات کہنا ضروری سمجھتی ہوں کہ اس خواہش کے ساتھ کہ یہ رواج بنے اور جتنے بھی وہ لوگ جن کی آواز لوگوں کی آواز ہے چاہے وہ میڈیا سے تعلق رکھتے ہیں، ایم این اے ہیں، ایم پی اے ہیں یا سینیٹر ہیں میری ہی طرح کھڑے ہو کر جرأت سے یہ کہہ سکیں تاکہ ایک اچھا رواج قائم ہو کہ میں نے اور میرے شوہر نے اس سال تین لاکھ روپے ٹیکس ادا کیا اور پچھلے پچیس برس سے ہم regular tax payers ہیں، یہ بات کہنے سے شاید اچھا رواج پڑے گا اور میرا دل چاہتا ہے کہ ہر بندہ ایسا ہی کرے۔

جناب سپیکر: ایک منٹ، ثمینہ صاحبہ! دیکھیں پلیز Lap top باہر رکھ کر آئیں۔ This is not good. اس کو باہر رکھوائیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! یہ open نہیں ہے، میں استعمال نہیں کر رہی۔

جناب سپیکر: جی، نہیں open ہے یا نہیں، اس کو باہر رکھوائیں، اس کو اندر لانے کی اجازت نہیں ہے۔ آپ کو یہ Laptop اندر لانے کی اجازت کس نے دی ہے؟

محترمہ ثمینہ خاور حیات: ٹھیک ہے، میں اس کو باہر رکھ آتی ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کی بڑی مہربانی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ان سے کہیں چیک کرائیں، کہیں بم تو نہیں ہے؟

جناب سپیکر: میں نوٹس لے رہا ہوں، آپ کیا کرتے ہیں؟ آپ ایسے نہ کیا کریں۔ جی، محترمہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اللہ بخشے شوکت مزاری صاحب کو ان سے ہم نے بہت تعلیم حاصل کی۔ آج سے نو دس سال پہلے جب میں اس process میں آئی تو میں نے ان سے کہا کہ ان کتابوں میں اتنے figures ہیں جو پورے پورے ڈیپارٹمنٹس کئی کئی ماہ لگا کر لکھتے ہیں اور آپ ایم پی ایز کو دے دیتے ہیں کہ تین دن میں پڑھ لو، یہ کیسے ممکن ہے تو انہوں نے انتہائی سادگی سے کہا کہ "ڈاکٹر سامیہ! ڈاہ کیہوں تھیندے ہن، ڈو، ول ڈو، ولاڈو، ول ولاڈو، ول ولاڈو" یعنی دو اور دو چار ہوتے ہیں اس میں دو اور add کرو اور پھر دو اور add کرو۔ مقصد یہ ہے کہ آج بھی اس کہاوت کے مطابق ہی بابوؤں نے بیٹھ کر یہ بجٹ بنا دیا ہے اور آج اگر آپ دیکھیں تو It seems that it is a budget "for the babo", "of the babo" and "by the babo" (نعرہ ہائے تحسین)

انہوں نے یہ سارا کچھ جو لکھا ہے وہ اس چیز پر صادق ہے اس میں جو سوچ تھی شاید اس حکومت کی ہی تھی کیونکہ جب ناظموں کو آپ نے دور کر دیا، ڈی سی او اور ایڈمنسٹریٹر کو رائج کر دیا تو آپ نے لوکل گورنمنٹ سسٹم کے 56 فیصد پیسے پر انہی بابوؤں کو حقوق دے دئیے۔ ٹھیک ہے کہ یہ سارے لوگ کام کریں مگر سیاسی will کو اس میں سے نکال دینا ہی اس حکومت کا خاصا رہا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ میں بھی کیا اور اسی طرح صحت میں بھی کیا۔ آپ کو میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ ان بابوؤں کی بوکھلاہٹ اور جلد بازی سے کیا ہوا؟ 5۔ارب 70 کروڑ روپے کی Health blocked allocation میں کی گئی، اگر آپ ADP کی کتاب اٹھائیں تو blocked allocation کی جو تفصیل ہے یہ ایک لائن میں لکھی گئی ہے۔ اگر ایک لائن میں ہی بجٹ لکھنا مقصود تھا تو اتنے بڑے بڑے ڈیپارٹمنٹس کا کیا فائدہ؟ آپ دیکھیں کہ Scheme No.457 میں 500 ملین روپے کی نئی سکیموں کے نام سے ایک entry ہے وہ نئی سکیمیں کیا ہیں، کدھر جائیں گی، کہاں خرچ ہوں گی، کس ضلع میں جائیں گی، کس کے پاس جائیں گی؟ کوئی ذکر نہیں ہے۔ اسی scheme no.457 میں 400 ملین روپے کے آگے لکھا ہے Present Schemes، کون سی present schemes؟ موجودہ سکیموں کے لئے دوبارہ یہ غلط لکھا ہے Scheme No.459 میں 2000 ملین کے آگے لکھا ہے upgradation of DHQ Hospitals ہمارے پاس کم از کم چھتیس اور شاید کچھ اور بڑے ہسپتالوں کو ملے، کون سے DHQ Hospitals میں کس کس مد میں یہ خرچ ہونا ہے، اس کو conceal کرنے کی آخر ان بابوؤں کو کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ Scheme No.460 پر آ جائیں، 1400 ملین روپے چالیس THQ Hospitals، کس مد میں،

کس لئے یہ development ہو گی؟اس THQ hospital میں کیا بنے گا،اس DHQ Hospital میں کیا رکھا جائے گا؟ Scheme No.461 میں ہے کہ 1400 ملین روپے اور لکھا ہے کہ rationalization کس چیز کی rationalization؟اور پھر جب سوال پوچھا گیا تو ایک ہی ہفتے میں بے تحاشا AC لگا دیئے گئے، یہ ٹھیکہ کسی ایک کمپنی کو دے دیا گیا تھا اور پورے پنجاب میں overnight سات دنوں میں ہی نہ صرف AC لگے، ان کی cables لگیں اور نہ صرف cables لگیں بلکہ ٹرانسفارمر بھی لگے، جب بجلی نہ آئی تو جنریٹر لگے اور جب جنریٹر نہ چلے تو تیل کا مسئلہ تھا آج تک وہ AC نہیں چلے صرف ہوا تو یہ ہوا ہے کہ 20 یا 22۔ارب روپے لگا دیئے گئے اور یہ one-line budget جس میں کہیں نہیں لکھا گیا، میں آج بھی کہتی ہوں کہ یہاں پر ایک کمیٹی بنائیں جو جا کر ہر اس ائر کنڈیشنر کو چیک کرے جس میں اب تک کبوتریوں نے انڈے دے دیئے ہوں گے۔اس کے ساتھ ساتھ اگر 5۔ارب 70 کروڑ روپے کا one-line budget اور یہ تقریباً 50 فیصد ہیلتھ کی allocation ہے جس کی کوئی explanation نہیں ہے کہ یہ پیسے کس جگہ پر خرچ ہوں گے، یہ ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے؟اس قسم کی allocation ہی کل کو کرپشن میں استعمال ہوتی ہے جس سے ہماری نیک نامی پر بھی فرق پڑتا ہے۔ ہمیں اس چیز پر clear ہونا چاہئے جب ہمارا نعرہ انٹی کرپشن ہے تو ہمارے حساب اور ہماری باتیں بالکل clear ہونی چاہئیں۔ پہلے ہی دن سے اس ایوان میں ہر طرف سے یہ آواز آتی تھی کہ آج تک کوئی مستقل وزیر صحت ہے اور نہ ہی کوئی مستقل وزیر خزانہ ہے۔بجٹ ان بابوؤں کے ہاتھ میں آ گیا ہے جن کی جمع تفریق سکول کے بچوں سے بھی زیادہ کمزور ہے۔آپ ADP کا volume I page 181 scheme No. 452 کو دیکھیں جہاں پر provision of 50 Health Mobile Units کا ذکر ہے۔ہیلتھ موبائل یونٹوں کے بارے میں بڑا کچھ کہا گیا لیکن تین باتیں ایسی ہیں جو میں چاہتی ہوں کہ آپ کے گوش گزار کروں۔اس کی جب provision رکھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اس دفعہ ہم نے پچاس یونٹ مہیا کرنے ہیں۔اس کی 2 ہزار ملین روپے کی جو allocation انہوں نے کی ہے یعنی فی یونٹ 40 ملین روپے میں آپ کو پڑے گا۔اگر آپ 50 کو 2 ہزار ملین روپے پر تقسیم کریں تو ہر یونٹ کی قیمت یا ہر BHU کی قیمت 40 ملین روپے کے حساب سے بنتی ہے۔حالانکہ پچھلی دفعہ کا اگر آپ حساب دیکھیں تو یہی یونٹ 55 ملین روپے میں لگائے گئے اور اب اس کی قیمت کیوں کم ہو گئی؟ 2011-12 کے بجٹ کی آپ کتاب اٹھائیں تو آپ دیکھیں گے کہ اگلے تین سالوں میں انہوں نے extended کیا ہے، 3 ہزار ملین روپے اس کے لئے اور رکھ رہے ہیں تاکہ اس سے بیس یونٹ اور بھی خریدے جائیں۔

اب اگر آپ اس سے calculate کریں تو اس 300 ملین روپے کا مطلب یہ ہے کہ 15 ملین روپے کا ایک یونٹ ہے۔ مجھے صرف یہ وضاحت فرمادیں کہ یہ یونٹ ہے کتنے کا؟ 55 ملین روپے کا ہے، 40 ملین روپے کا ہے یا 15 ملین روپے کا ہے اور بتدریج قیمت زیادہ ہونے کی بجائے ان یونٹوں کی قیمت کیوں کم ہو گئی اور یہ کس طرح سے provide کئے جائیں گے؟ cost concealing کا جو ایک mechanism ہے یہ بہت بڑا سوالیہ نشان ان بجٹ کی کتابوں پر ہے جن کو پڑھنے کے لئے تین دن ناکافی ہیں۔ اس cost break کے بعد مجھے یہ بتائیں اور میں آپ کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ پتا نہیں کس دانشمند نے ایک مہنگی سکیم چیف منسٹر صاحب کے گوش گزار کی؟ بار بار پالیسی بنانے والوں پر سوالیہ نشان اٹھتا ہے۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ BHUs existing جو موجود ہیں، جو اربوں روپے سے construct ہوئے تھے ان کے سالانہ اخراجات صرف 2 ملین روپے ہیں۔ 2 ملین روپے ایک BHU کا سالانہ خرچہ ہے اگر واقعی ایک موبائل یونٹ 55 ملین روپے سالانہ کا خرچہ کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی running cost سے ستائیس سال تک ایک BHU کو چلا سکتے تھے۔ مجھے بتائیں کہ موبائل یونٹ کی ایک بس کی ستائیس سال durability ہوگی؟ ایک BHU کے ستائیس سال کے اخراجات سے ایک موبائل یونٹ بنا کر شاید آپ ایک مہنگی شہرت تو حاصل کر سکتے ہیں لیکن اس میں نقصان بہت زیادہ ہے۔ اسی طرح وزیر خزانہ نے بجٹ تقریر میں بانگ دہل یہ کہا کہ ہم نے monitor کیا ہے کہ یہ موبائل یونٹ تین سو سے چار سو مریض روزانہ دیکھ رہے ہیں۔ یہ ان کے الفاظ ہیں quote ا یہ یونٹ تین سو سے چار سو مریض روزانہ دیکھ رہے ہیں۔ ایک BHU کا حال سنئے ایک ڈاکٹر ایک LHV اور ایک اس میں ڈسپنسر ہے۔ LHV جس کو میڈیسن کا کوئی علم نہیں ہے اور وہ الٹرا ساؤنڈ مشین چلائے گی، چلو اس کو مشین on اور off کرکے کوئی سچ جھوٹ کی کہانیاں بتانی آتی ہوں۔ تینوں کی ٹیم نے مریضوں کو دیکھا، مان لیتے ہیں کہ انہوں نے صبح 8 بجے سے لے کر 2 بجے دوپہر تک چھ گھنٹے لگاتار کام کیا ہے۔ اگر اس چھ گھنٹے کو آپ multiply کریں تو 360 منٹ بنتے ہیں۔ انہوں نے ایک منٹ میں ایک مریض کو دیکھ لیا، کیا efficiency ہے؟ یہ تو impossible ہے، میں تو مان ہی نہیں سکتی کہ ایک منٹ میں ایک مریض دیکھ رہے ہوں، کیا وہ superman قسم کا نیا construction ہے یا کیا ہے؟ اگر انہوں نے چھ گھنٹے کام نہیں کیا، بارہ گھنٹے کام کیا ہے تو دو منٹ میں مریض دیکھ لیا۔ میں ایسے سپر ڈاکٹر، LHV اور ڈسپنسر کو Guinness Book of World Record تو کیا اس حکومت کا طرہ امتیاز کہتی ہوں۔ ہر سال میں تین سو working days ہیں اور ہر روز اگر آپ نے تین چار سو مریض بھی دیکھے تو آپ نے یہ

claim کر لیا ہے کہ ہم دس لاکھ مریض دیکھیں گے ۔ ساڑھے پانچ کروڑ روپے کے خرچ میں اگر آپ دس لاکھ مریض سالانہ دیکھ رہے ہیں تو فی visit ساڑھے پانچ سو روپے بنتے ہیں تو کیا غریب عوام سے -/10 روپے پرچی کی بجائے -/550 روپے فی visit آپ لیں گے ؟ کس international statistics سے یہ figures آپ نے نکالے ہیں اور پھر ہم کہتے ہیں کہ دس فیصد مریض صرف ہسپتالوں تک آتے ہیں، اگر دس فیصد مریض آتے ہیں تو یہ ایک international quota ہے اگر ان کے اتنے visits ہیں تو مجھے تو سمجھ نہیں آئی کہ ایک یونین کونسل یا ایک DHQ میں نوے ہزار مریض یاد س لاکھ مریض سالانہ آتے ہیں یہ کیسے دیکھ لیں گے ؟ یہ figures یہ باتیں اصل ہیں، جب آپ کام کرنے جاتے ہیں تب پتا چلتا ہے ، جب آپ مریض دیکھتے ہیں تب پتا چلتا ہے۔cost غلط، ٹائم غلط، structure غلط، system غلط، تباہی تباہی اور صرف تباہی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اسی ایوان میں ہیلتھ کیئر کمیشن کے نام سے ایک بہت بڑا پراجیکٹ foreign funded باہر کے سپیشلسٹ سے لکھوایا گیا تھا اور اس پر جتنی لے دے ہوئی وہ سارا پنجاب اور سارا پاکستان جانتا ہے کہ اس ہیلتھ کیئر کمیشن کے پیچھے جو tug of war ہوئی، رسہ اس طرف بھی کھینچا گیا اور اس طرف بھی کھینچا گیا۔ public opinion کو پس پشت ڈالا گیا، legislation کو bulldoze کیا گیا اور amendments کو vote out کر دیا گیا۔ ہم نے سب سے پہلے یہ ترمیم دی تھی کہ Health Care Commission at once لاگو نہیں ہو سکے گا اس لئے کہ یہ ایک بہت بڑا کام ہے مگر یہاں سے رانا ثناء اللہ خان نے ہاتھ کھڑا کیا اور پورے ایوان نے کہا "Yes" آج مجھے بتائیں کہ وہ ہیلتھ کیئر کمیشن کہاں ہے؟ وہ time-barred ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ 90 دن میں لاگو ہو گا، میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کہاں گئے وہ 90 دن؟ 90 مہینے گزر گئے اس کو floor پر واپس لائیں اور اس amendment کو دوبارہ قبول کریں جس میں، میں نے کہا تھا کہ اس کو تین phases میں لے کر جائیں۔ اس دن تو کسی نے بات سننے کی کوشش نہیں کی بلکہ یہاں وزیر اعلیٰ صاحب نے خود پانچ گھنٹے بیٹھ کر اس غلط بل کو پاس کروایا اور ان لوگوں کو کنٹرول کرتے رہے۔ پھر یہ claim کہ no aid آج میں آپ کو یہ بتا رہی ہوں وہ تو ہوا سو ہوا آج اس کی implementation کے لئے U.K سے crown agents کو دوبارہ higher کیا گیا ہے۔ اب پہلے تو آپ نے ان کی سوچ خرید لی، اب آپ سے implement بھی نہیں ہو رہا اور اب یہ U.K کے crown agents آپ کے ہیلتھ کیئر سسٹم کو بنانے کے لئے آپ سے کتنے ہزار ڈالر لیں گے ؟ بس کریں جناب!۔۔۔ بس کریں۔ یہاں کے ڈاکٹر اس قابل ہیں کہ ان کی سوچ کو آپ لوگ

بھی استعمال کریں۔ نہیں ایسا نہیں کیا گیا، ان بنچوں میں سے کوئی بھی ممبر پچھلے چار سال میں ہیلتھ منسٹر نہ بنا۔ ان بینچوں پر اور ڈاکٹر صاحبان بھی بیٹھے ہیں ان کی رائے بھی نہ لی گئی اور ہماری بنچوں کے متعلق یہ کہا گیا کہ یہ سہرا ڈاکٹر سامیہ پہننا چاہتی ہیں۔ اس میں تو اتنے بڑے بڑے loanکے کانٹے تھے اور آج اس loanکو مزید loanکیا گیا ہے اور اس کا بجٹ کی کتابوں میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ کہاں گیا ہیلتھ کیئر کمیشن، کہاں گئے 90دن اور کہاں گئیں آپ کی باتیں؟ دس مہینے ڈاکٹر چیختے رہے ان کو آپ نے ڈنڈے، سوٹے اور لاٹھیاں دے کر گھر کو بھیج دیا۔

جناب والا! باہر سے aidنہ لیں سوچ لے لیں؟ آخر میں دو pointsکے متعلق عرض کروں گی۔ انہوں نے Programme Management Unitsبنائے، ہم نے یہ دیکھا کہ یہاں کے health implementationکے پروگرام ہیں، ان کے programme unitsبنائے جائیں، ان کو ایک specific targeted approachدی گئی اور اس میں ہم نے market given salariesپر expertsکو رکھا اور وہ experts private sectorسے بھی تھے اور گورنمنٹ سے بھی تھے۔ آج تین سال بعد اچانک جب آپ کو ڈاکٹروں کی تنخواہیں بڑھانے کے لئے کوئی پیسے نہیں ملے تو ان projectsکے allowancesکو بھی بند کر دیا گیا اور ستم یہ کہ گورنمنٹ والوں کے allowances بند ہو گئے لیکن پرائیویٹ سیکٹر میں من پسند دوست جو درمیان میں بھرتی کئے گئے تھے ان کی ابھی تک بھی salariesلاکھوں میں چل رہی ہیں۔ ویسے بھی آج کل گورنمنٹ اور بیوروکریسی کے لوگ overtimeکام کر کے ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں ساری ساری رات بیٹھ کر کام کرتے ہیں، ان کے دل بھی کوئی اتنے خوش نہیں ہیں اور میرا یہ خیال ہے کہ اس وقت یہ گورنمنٹ کے ساتھ کام کرنے تک کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہیلتھ کے pay packageپر آ جائیں، بہت شور تھا، بڑی باتیں ہوئیں، ڈاکٹروں کی بہت بڑی strikes ہوئیں اس کے بعد 5.2 billionsکا package announceکر دیا گیا- یہ ایک islandبنایا گیا ہے اس میں patronنہیں ہے-اگر آپ نے پولیس کی تنخواہیں بڑھائیں تو کوئی اور فارمولہ استعمال کیا، اگر ٹیچرز کی تنخواہوں کا کچھ کیا تو وہ کوئی اور فارمولہ تھا، ڈاکٹروں کا کوئی اور فارمولہ تھا لیکن میری یہ suggestionہے کہ آپ نے ججز کے لئے جس pay packageپر implement کیا تھا آپ یہاں بھی اسی packageکو applyکریں اس لئے کہ وہ bestتھا اور اس سے ایک مساوات آئے گی-اگر ایک جج آٹھ گھنٹے کام کرتا ہے تو ایک ڈاکٹر بھی آٹھ گھنٹے کام کرے، ایک پولیس والا بھی آٹھ گھنٹے کام کرے۔ اسے کم time frameکے لئے اتنی زیادہ تنخواہ کیوں دی جاتی ہے؟ یہ جو inter

department injustice شروع ہوئی ہوئی ہے آپ اس میں check and balance نہیں کر سکے اور میں یہ بھی کہہ دوں کہ 5.2 billion minimum package تھا اس لئے کہ ادھار ہی ادھار ہے کہ چلو جی کم ٹپاؤ۔ اس میں پیرا میڈکس کے لئے 370 ملین لکھا گیا اور وزیر اعلیٰ صاحب نے کہا کہ آج ہی پیرا میڈکس لے لیں گے۔

جناب سپیکر: آپ نے کیا لفظ استعمال کیا ہے مٹی پاؤ؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: نہیں۔ چودھری شجاعت زندہ باد۔ مٹی پاؤ تے اگے چلو۔ میں تو ڈنگ ٹپاؤ کی بات کر رہی تھی۔ میں نے خدانخواستہ مٹی پاؤ کی بات نہیں کی بلکہ ڈنگ ٹپاؤ کی بات کر رہی تھی۔ جہاں مٹی ڈالنی ہو گی وہاں انشاءاللہ ضرور ڈالوں گی۔

MR SPEAKER: I am sorry...

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! بات صرف اتنی ہے کہ یہ سمری برائے وزیر اعلیٰ جو پیرا میڈکس کو دی گئی یہ اس چیز کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ آپ نے ان کے لئے ایک سروس سٹرکچر تیار کیا اور چیف منسٹر صاحب نے مہربانی کر کے اس سٹرکچر کو فنانس ڈیپارٹمنٹ میں بھیجا اور ان کے لئے 370 ملین روپے رکھا گیا لیکن کل پرسوں کی خبر ہے اور میرے پاس لیٹر موجود ہے کہ فنانس ڈیپارٹمنٹ نے پھر objection لگا دیا ہے اور سروس سٹرکچر کے لئے پیرا میڈکس ابھی بھی وہاں باہر سڑک پر ہی کھڑے ہیں۔ میں نے پہلے بھی مساوات کی بات کی ہے آپ اس قسم کے مسائل میں اس لئے دوچار ہیں کہ uniformity of policy نہیں ہے۔ جو جوڈیشری کے لئے کیا ہے وہ باقیوں کے لئے بھی کریں، جو ڈاکٹروں کے لئے کیا ہے وہ باقیوں کے لئے بھی کریں تھوڑا سی لیکن دانے برابر تو بانٹیں۔ اسی میں supporting staff، لیڈی ہیلتھ وزیٹرز، فارماسسٹ، سکول ہیلتھ نیوٹریشن سپروائزرز اور الائیڈ ہیلتھ سائنسز اور فزیو تھراپسٹ کو بھی لانے کی انتہائی ضرورت ہے۔ ہمیں یاد ہے کہ BSC پاس کرنے والے ہونہار طالب علم جن کے پاس ایم بی بی ایس میں داخلے کی استطاعت نہیں تھی آپ نے ان لوگوں کو MRI مشینوں کے لئے trained کیا لیکن no service structure وہی BSC کرنے والے الائیڈ سائنسز کے لوگوں کو آرمی میں اور باہر کے ملکوں میں ساٹھ ساٹھ ہزار اور اس سے بھی زیادہ تنخواہ دی جا رہی ہے۔ یہاں پر الائیڈ سائنسز والوں کے لئے pockets میں نوکریاں ہیں لیکن باقی جگہوں پر نہیں ہیں، equality کو دیکھنا انتہائی ضروری ہے۔ میں آخر میں صرف ایک ہی بات کہوں گی کہ باتیں اتنی زیادہ ہیں، اتنی زیادہ ہیں کہ ۔۔۔

معزز ممبران: شعر سنادیں۔

جناب سپیکر: No please no جی، محترمہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اب آخری عرض ہے اور اس کے بعد ایک ہی شعر ہو گا۔ میرا آخری point یہ ہے کہ سکول ہیلتھ اینڈ نیوٹریشن سپروائزر پروگرام 07-2006 میں شروع کیا گیا تھا اس میں ان بچوں کی nutrition status کو، eye sight کو، brain development کو، dental health کو دیکھا جاتا تھا اور یہ سکول کی سطح پر ضروری تھا۔ ہر ضلع میں یہ سکول ہیلتھ اینڈ نیوٹریشن سپروائزر گئے، ان کی پوسٹیں create ہوئیں اور اس وقت چھتیس میں سے بتیس اضلاع میں یہ سپروائزر کام کر رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ بیماری جتنی جلدی پکڑی جائے اس قوم کی صحت کے لئے اتنا ہی ضروری ہے ۔ سکول ہیلتھ سروسز کا یہ پروگرام best ہوا اور ہر جگہ کاپی ہوا اور اس کی sustainability کے لئے اکتوبر 2009 میں محکمہ صحت اور S&GAD نے تمام پوسٹیں permanent کیں مگر سکول ہیلتھ سپروائزر کی پوسٹ کو permanent نہیں کیا۔ آپ سے استدعا ہے کہ یہ سکول ہیلتھ سپروائزرز ننھے ننھے بچوں کے دانت، eye sight، ہیلتھ ، تھیلیسیمیا، پولیو، ویکسینیشن سکول کی سطح پر چیک کرتے ہیں اور اس کا مستقل ہونا آپ کی حکومت کی نیک نامی ہو گی۔

ریت میں دھوپ بو گیا سورج
چاروں جانب سیراب اُگتے ہیں
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، رائے صاحب!

رائے محمد شاہجہان خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میری بہن سامیہ امجد نے بڑا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔ یہ 26۔ارب 40 کروڑ 28 لاکھ 89 ہزار روپے کی رقم صحت کے لئے رکھی گئی ہے۔ یہاں THQs کو upgrade کرنے کی بات ہوئی ہے ، BHUs اور RHCs کو بھی upgrade کرنے کی بات ہوئی ہے۔ سچ یہ ہے کہ صحت کے اندر THQ ایک BHU کی طرح چل رہا ہے وہاں پر کوئی آپریشن نہیں ہوتا، وہاں پر کوئی ڈلیوری نہیں ہوتی اور پھر یہ ستم کہ دو ہزار ملین روپے موبائل ہسپتالوں کے لئے رکھ دیئے گے ہیں جن کی ساری کارکردگی ڈاکٹر سامیہ نے بتا دی ہے۔ ہم نے ڈاکٹروں کی تنخواہیں بڑھائیں تاکہ ہسپتالوں میں کام کر سکیں۔

جناب سپیکر: یہ اس معزز ایوان کی معزز ممبر ہیں، آپ ان کا نام پورا لیں، محترمہ سامیہ امجد صاحبہ!

رائے محمد شاہجہان خان: مہربانی۔جناب سپیکر! ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ نے ساری تفصیل بتائی ہے لیکن ہم یہ problem face کر رہے ہیں کہ آپ جتنا مرضی ڈاکٹروں کی تنخواہیں بڑھالیں لیکن ڈاکٹر کام نہیں کرنا چاہتے، ڈاکٹر لوگوں کو services نہیں دینا چاہتے۔اب ایک نالائق ڈاکٹر کی تنخواہ بھی بڑھ گئی اور ایک کام کرنے والے ڈاکٹر کی بھی بڑھ گئی۔یہ جو موبائل ہسپتالوں کے لئے دو ہزار ملین روپیہ رکھا گیا ہے یہ معاملے کا solution نہیں ہے بلکہ solution یہ ہے کہ ڈاکٹروں کو target oriented services کا structure مہیا کیا جائے کہ ایک ڈاکٹر جتنے آپریشن کرے گا حکومت اس حساب سے اسے payment کرے گی، ایک LHV جتنی deliveries کرے گی حکومت اس کو اتنے پیسے دے گی۔۔۔

MR SPEAKER: Delivery cases.

رائے محمد شاہجہان خان: جی، delivery cases پنجاب میں بہت سارے cases ہیں لیکن میں صرف normal delivery cases کی بات کر رہا ہوں۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ موبائل ہسپتالوں کے لئے جو دو ہزار ملین روپے مختص کئے گئے ہیں انہیں کاٹ کر ڈاکٹروں کو services oriented targets دیئے جائیں کہ آپ جتنی services مہیا کریں گے حکومت پنجاب اس لحاظ سے آپ کو payment کرے گی تاکہ ڈاکٹروں میں کام کرنے کا جذبہ بڑھ سکے اور زیادہ deliverance دے سکیں۔آپ جتنی مرضی تنخواہیں بڑھاتے جائیں، جتنے مرضی موبائل ہسپتال بناتے جائیں، جتنے مرضی BHUs بناتے جائیں لیکن عوام الناس کو کچھ نہیں مل رہا وہاں عوام الناس کو کوئی services مہیا نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! دوسری اہم بات یہ ہے کہ ڈاکٹروں کی supply بڑھائی جائے اس کے لئے آپ نے چار میڈیکل کالجز کا اعلان کیا ہے لیکن میں معذرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ ابھی تک وہ کہیں شروع نہیں ہو سکے۔یہ تو آپ کے لئے foreign remittance کما سکتے ہیں۔آپ کے لوگوں کو بہتر سہولیات مہیا کر سکتے ہیں۔میرا ایک ہی نکتہ ہے کہ ڈاکٹروں کے لئے target oriented service structure دیا جائے تاکہ یہ عوام الناس کی بہتر خدمت کر سکیں۔شکریہ

جناب سپیکر: جی، محترمہ ساجدہ میر صاحبہ!

محترمہ ساجدہ میر: شکریہ۔ جناب سپیکر! حکومت پنجاب نے ہیلتھ کے لئے جو رقم رکھی ہے میں سمجھتی ہوں کہ پنجاب کی آبادی کے تناسب سے یہ بہت کم ہے۔اسے کہاں اور کس طریقے سے خرچ کرنا

ہے۔یہاں پارلیمانی سیکرٹری صاحب تشریف رکھتے ہیں وہ ڈاکٹر ہیں اور انہیں پتا بھی ہے-وہ میرے ساتھ میو ہسپتال میں چلیں میں وہاں جاکر ایک کاؤنٹر لگاتی ہوں یا مل کر ایک کیمپ لگا لیتے ہیں اور وہاں دیکھتے ہیں کہ دوسرے شہروں سے کتنے لوگ آتے ہیں؟ ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر اور تحصیل ہیڈکوارٹر پر لوگوں کو صحت کی کتنی سہولیات دی ہیں؟ میو ہسپتال، جناح ہسپتال، جنرل ہسپتال، گنگا رام اور سروسز ہسپتال اس کے بعد نشتر ہسپتال ملتان میں دیکھا جائے کہ کتنا load ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس کے ای ڈی او ہیلتھ کو کیوں نہیں پوچھا جاتا، وہاں کے ایم ایس کو کیوں نہیں پوچھا جاتا کہ آپ نے لوگوں کو Basic Health Facility دی ہے یا نہیں؟ یہاں لوگ اپنے علاج کے لئے در بدر پھر رہے ہیں۔ یہ بجٹ آپ کو ڈی ایم جی گروپ نے بنا دیا ہے۔ انہوں نے اعداد و شمار آپ کو دے دیئے ہیں لیکن ان کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے پچھلے دنوں ڈاکٹر سڑکوں پر احتجاج کرتے رہے۔ ڈاکٹروں کا واحد شعبہ ہے کہ جہاں پر کرپشن نہیں۔ آپ کے بیوروکریٹس کرپشن کرتے ہوں گے لیکن ڈاکٹر انسانیت کی خدمت دیانتداری سے کرنا چاہتے ہیں لہذا ان کو یہ خدمت کرنے کا موقع دیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کے صوبہ میں ڈاکٹر نہ ملیں اور سب چھوڑ کر سعودی عرب چلے جائیں۔ یہاں پر پرائیویٹ سیکٹر کی حوصلہ افزائی کیوں ہوئی ہے اس لئے کہ ہمارے ہاں Basic Health کا نظام بہتر نہیں ہے۔ محکمہ صحت کے لئے رکھے گئے یہ 26۔ارب روپے ہمیں کس طرح خرچ کرنے چاہئیں؟ ہم ہر ضلع میں data اکٹھا کریں کہ یہاں کی آبادی کتنی ہے اور یہ data ہم بنیادی مراکز صحت کو دے دیں۔ ہم نے Health Care Bill کو اس لئے پاس کیا تھا کیونکہ ہم پرائیویٹ سیکٹر کی حوصلہ شکنی چاہتے تھے جبکہ یہاں تو پرائیویٹ سیکٹر کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔ جب ہم لوگوں کو بنیادی صحت کی سہولتیں مہیا نہیں کر سکے تو لوگ پرائیویٹ ہسپتالوں میں جانے پر مجبور ہیں کیونکہ وہاں پر ان کا آسانی سے علاج ہو جاتا ہے اور انہیں ڈاکٹر دستیاب ہوتے ہیں۔ اس حکومت نے ہسپتالوں میں local purchase بند کر دی ہے۔ ہسپتالوں میں L.P بند کر دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ آپ کی حکومت نے وہ فارمیسی بند کر دی ہیں جہاں سے غریبوں کو سستی ادویات مل رہی تھیں۔ اسی طرح ایمرجنسی میں دل کے مریضوں کو پانچ ہزار روپے کا ایک انجکشن مفت لگایا جاتا تھا وہ بھی بند کر دیا گیا ہے تو پھر یہ صحت کے لئے رکھے گئے پیسے کہاں پر خرچ ہوں گے؟ آپ کو چاہئے تھا کہ صحت کی پالیسی بنانے سے پہلے اس کے stakeholders سے مشورہ کرتے۔ آپ کی حکومت میڈیکل کالج کھول رہی ہے۔ خواجہ صفدر کے نام پر میڈیکل کالج بنایا جا رہا ہے میں پوچھتی ہوں کہ خواجہ صفدر نے اس ملک میں کیا خدمت انجام دی ہے کہ اس کے نام پر آپ میڈیکل کالج بنا رہے ہے

ہیں؟میں سمجھتی ہوں کہ آپ نے P.M.D.C کی اجازت کے بغیر تین میڈیکل کالجوں کا افتتاح کر دیا ہے۔کیا ان کالجوں میں پڑھنے والے بچوں کی ڈگریوں کو آنے والے وقت میں قبول کیا جائے گا؟ میرا خیال ہے کہ ان کو تو result بھی نہیں ملے گا۔یہ غلط پالیسیاں ہمارے اس صوبے کے نظام کو برباد کر رہی ہیں۔اگر آپ صوبے میں بہتری اور خوشحالی چاہتے ہیں تو پھر اپنی ان پالیسیوں اور محکمہ صحت کے لئے مختص شدہ بجٹ پر دوبارہ غور کریں۔میں اس بجٹ کی سختی سے مخالفت کرتی ہوں۔آپ بے شک شعبہ صحت کی رقم دُگنی کر لیں لیکن بنیادی مراکز صحت پر لوگوں کو صحت کی سہولتیں آسانی سے میسر کرنے کا کوئی قابل عمل منصوبہ بنائیں۔اب ٹرکوں پر ہسپتال بنائے جا رہے ہیں۔کیا اس صوبے میں روز سیلاب آنے ہیں؟اللہ نہ کرے،اگر disaster میں ایک عمارت گر جائے تو وہاں سے آدمی نکالنے میں چھ دن لگ جاتے ہیں جبکہ دوسری طرف آپ ٹرکوں پر ہسپتال بنا رہے ہیں۔ٹرکوں پر موبائل ہیلتھ یونٹ بنائے جا رہے ہیں۔خدا کا نام لیں اور اپنے ضلعی ہیڈکوارٹر ہسپتالوں کو ٹھیک کریں۔اپنے تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتالوں کو بہتر کریں۔تمام ہسپتالوں میں medico legal کا مسئلہ ہے۔ایمرجنسی میں لوگوں کو proper علاج اور ادویات میسر نہیں۔آپ نواز شریف ہسپتال یکی گیٹ میں ایک Trauma Centre بنا رہے ہیں۔میں کہتی ہوں کہ پہلے جو Trauma Centre سروسز ہسپتال میں بنایا گیا ہے وہاں پر Traumatologist تو لگا لیں۔وہاں پر تو آپ آج تک Traumatologist لگا نہیں سکے ایسے ہی قوم کے پیسے ضائع نہ کریں۔پہلے ہر علاقے کی آبادی کو رجسٹرڈ کریں،ایک data تیار کریں اور پھر ضلع،تحصیل اور یونین کونسل کی سطح پر صحت کی تمام بنیادی سہولتیں مہیا کریں۔اگر اس حوالے سے کوئی کوتاہی ہو تو اس کا جوابدہ متعلقہ ایم ایس اور ای ڈی او ہیلتھ کو ہونا چاہئے۔میں سمجھتی ہوں کہ اگر لوگوں کو سرکاری ہسپتالوں میں صحت کی بنیادی سہولتیں ملیں گی تو وہ ضرور ان ہسپتالوں میں جائیں گے۔بہت شکریہ

جناب سپیکر:ڈاکٹر فائزہ اصغر صاحبہ!

ڈاکٹر فائزہ اصغر:جناب سپیکر!میں اس بات پر تو comment نہیں کرنا چاہتی کہ ہماری حکومت کو عوام کی صحت کا اتنا خیال ہے کہ پورے بجٹ کا صرف 5.57 فیصد حصہ شعبہ صحت کے لئے رکھا گیا ہے لیکن اس سے بھی زیادہ اہم مسئلہ یہ ہے کہ جو تھوڑی بہت رقم رکھی گئی ہے اس کی بھی distribution proper نہیں ہے۔اس وقت میں funds کی غلط distribution and priorities کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گی۔ہم سب جانتے ہیں اور ہم سب نے یہ proverb

سنا ہوا ہے کہ .Prevention is better than cure اگر ہم اس حکومت کی طرف سے محکمہ صحت کے لئے مختص کردہ سارے کا سارا بجٹ عوام کی صحت پر ہی spend کریں، کوئی infrastructure یا کچھ اور development کا کام نہ کریں تو پھر ماہانہ تقریباً -/30 روپے فی کس بنتے ہیں تو جس حکومت کے پاس صحت کے لئے صرف -/30 روپے فی کس spend کرنے کے لئے پیسے ہیں تو اس کو چاہئے کہ وہ prevention پر زیادہ سے زیادہ زور دے لیکن اس حکومت نے اس جانب کوئی توجہ نہیں دی ہے۔ میرے خیال میں prevention کے لئے سب سے زیادہ ضروری اور single area صاف پانی مہیا کرنا ہے۔ لوگوں کو صاف پانی مہیا کرنے کے حوالے سے اس بجٹ میں کوئی توجہ دی گئی ہے اور نہ ہی بجٹ میں اس بارے میں کوئی رقم مختص کی گئی ہے۔ تقریباً 60 فیصد بیماریاں جو ہم سب کو لاحق ہوتی ہیں اور جن کی وجہ سے ہزاروں لوگ پریشان ہیں وہ پینے کے گندے پانی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ ہم نے اس بجٹ میں 5۔ارب 2 کروڑ روپے blocked allocation میں رکھے ہوئے ہیں اگر یہ رقم اس مد میں خرچ کر دی جائے تو اس کا بہت زیادہ فائدہ ہوگا۔ گندے پانی کی وجہ سے ,Hepatitis Typhoid, Cholera, Dysentery, Diarrhea اور اس طرح کی بہت ساری دوسری بیماریاں عام لوگوں کو لگتی ہیں۔ لوگوں کو صاف پانی مہیا کر کے ان بیماریوں سے بچایا جا سکتا ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ ہماری آبادی کے دس فیصد لوگ Hepatitis virus کے لئے positive ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر پنجاب اسمبلی کے ممبران کا ہی blood test کرائیں تو کم از کم 35 سے 40 لوگ یہاں بھی ایسے بیٹھے ہوں گے کہ جن کے blood میں Hepatitis virus positive ہے۔ پچھلی حکومت نے ہسپتالوں میں Hepatitis Centres قائم کئے تھے اگر آپ اب ان کی حالت دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ وہاں پر کوئی testing ہے اور نہ ہی treatment کی سہولتیں موجود ہیں۔ میں کہتی ہوں کہ testing facilities کو improve کیا جائے تو اس کا بہت فائدہ ہوگا۔ ہیپاٹائٹس کے مریض کے علاج اور ٹیسٹوں پر بہت زیادہ اخراجات آتے ہیں۔ حکومت نے بیت المال اور زکوٰۃ کی مد میں کروڑوں روپے بند کر کے رکھے ہوئے ہیں اور پچھلے تین سالوں میں اس رقم میں سے ہیپاٹائٹس کے ایک مریض کا علاج بھی نہیں کرایا گیا۔ غریب لوگوں کو اپنی جیب سے ہزاروں روپے خرچ کر کے علاج کرانا پڑتا ہے تو میں یہ کہوں گی کہ آپ جتنا prevention پر زور دیں گے اتنا ہی فائدہ مند ثابت ہوگا۔

جناب سپیکر! preventionکا دوسرا area immunization یا حفاظتی ٹیکوں کا ہے۔ اس وقت کوئی ایسا data or figures موجود نہیں جس سے معلوم ہو سکے کہ پچھلے تین سالوں میں کتنے فیصد بچوں کو حفاظتی ٹیکے لگائے گئے ہیں اور ان کا کتنے فیصد فائدہ ہوا ہے؟ پولیو یا دوسرے امراض کے حفاظتی ٹیکوں پر بہت تھوڑی سی رقم خرچ ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے آپ بڑی بڑی بیماریوں سے بچ سکتے ہیں لیکن اس بجٹ میں اس مقصد کے لئے جو رقم مختص کی گئی ہے وہ محض ایک مذاق ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بجٹ بناتے ہوئے سنجیدگی سے یہ نہیں دیکھا گیا کہ لوگوں کے لئے فائدہ مند کیا چیز ہے؟ پولیو ابھی تک کیوں eradicate نہیں کیا جا سکا؟ پچھلے دو تین سالوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ پولیو کے مریضوں کے نمبر کم ہونے کی بجائے بڑھتے چلے جا رہے ہیں لہذا اس جانب سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں infant and maternal mortality کی جانب توجہ دلانا چاہوں گی کیونکہ اگر ماں صحت مند ہو گی تو بچے بھی تندرست اور صحت مند ہوں گے۔ یہاں ہمارے ہاں new born بچوں کی infant mortality seven percent سے زیادہ ہے اور maternal mortality بھی اسی level کے قریب قریب ہے۔ ہماری زیادہ مائیں دیہاتی علاقے میں رہتی ہیں اور ان علاقوں میں واقع بنیادی مراکز صحت اور رورل ہیلتھ سنٹرز میں ڈاکٹر اور لیڈی ہیلتھ وزیٹر کا قیام نہیں ہے جس کی وجہ سے وہاں پر یہ بہت بڑا مسئلہ ہے تو اس وقت آپ کا زیادہ focus لیڈی ہیلتھ وزیٹرز پر ہونا چاہئے۔ ہمارے ہاں جو تھوڑی سی لیڈی ہیلتھ وزیٹرز ہیں ان کو بھی کئی کئی ماہ سے تنخواہیں ادا نہیں کی گئیں۔ اگر ان لیڈی ہیلتھ وزیٹرز پر توجہ دی جائے اور ان کی ٹریننگ کے لئے proper انتظام کیا جائے تو ان مسائل میں بہت حد تک کمی آ سکتی ہے۔ یہی لیڈی ہیلتھ وزیٹرز ہیں جو کہ زچگی کے دوران سب سے پہلے ماں کی مدد کرتی ہیں۔ ابھی تک Paramedics کا services structure بھی صحیح نہیں ہوا اس پر بھی غور کرنا چاہئے۔ میں امید رکھتی تھی کہ اس سال لیڈی ہیلتھ ورکرز کی تعداد کم از کم دس گنا بڑھائی جائے گی لیکن ان کی تعداد کو بڑھانے کے لئے کوئی خاطر خواہ efforts نظر نہیں آ رہیں۔ یہ ضرور ہے کہ نئے میڈیکل کالجوں پر توجہ دے رہے ہیں جو بہت اچھی بات ہے لیکن کیا کوئی ایک نیا نرسنگ کالج بھی ہے جس پر focus کیا گیا ہے یا یہ بات ہے کہ میڈیکل کالجوں سے زیادہ نیک نامی ہوتی ہے، نرسیں بھی اُتنی ہی important ہیں۔ نرسوں کی تعداد بہت کم ہے اس لئے نرسوں کی ایجوکیشن پر بہت زیادہ توجہ دی جانی چاہئے۔ نئے میڈیکل کالج بنانے کا مقصد یہ ہے کہ عوام کی دیکھ بھال کرنے کے

لئے ڈاکٹر زیادہ ہوں لیکن آپ جس تیزی سے نئے ڈاکٹر بنا رہے ہیں اُسی تیزی سے پرانے ڈاکٹر اس ملک کو چھوڑ کر جا رہے ہیں تو اس کی روک تھام کے لئے کیا کوئی انتظام کیا گیا ہے؟ یہ بات نہیں ہے کہ باہر جانے والے ڈاکٹر نالائق ہیں اس لئے یہاں سے بھاگ کر جا رہے ہیں بلکہ یہ ڈاکٹر دنیا کے کسی بھی ملک میں چلے جائیں تو وہاں پر یہ سب سے بہترین ڈاکٹر ثابت ہوتے ہیں۔ان کے ساتھ کئے گئے وعدوں کو حکومت پورا نہیں کرتی اور اُن کی situations کو improve نہیں کرتی۔

(اس مرحلہ پر وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف ایوان میں تشریف لے آئے)

جناب سپیکر! مجھے بہت خوشی ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب تشریف لے آئے ہیں وہ شاید میری ان باتوں پر غور کریں۔ نئے میڈیکل کالجوں سے جو نئے ڈاکٹر نکل رہے ہیں وہ تو ٹھیک ہے لیکن پرانے ڈاکٹروں کو ملک سے باہر جانے سے کس طرح روکا جائے اُس کے لئے حکومت کیا انتظام کر رہی ہے؟ اس وقت ڈاکٹروں کے packages کے حوالے سے ڈاکٹروں کے نمائندوں کی حکومت کے ساتھ بات چیت ہونے میں چھ چھ مہینے گزر جاتے ہیں اور اگر اس دوران مریض فوت ہو جاتے ہیں تو اس کی سراسر ذمہ داری حکومت پر ہوتی ہے۔ ہم ڈاکٹروں کے لئے 5۔ارب 2 کروڑ روپیہ کے بجٹ کے بارے میں سُن رہے ہیں لیکن بجٹ میں کہیں بھی اُس کی reflection نظر نہیں آ رہی ہے تو یہ نہ ہو کہ اس بار پھر ڈاکٹروں کو دکھانے کے لئے اُن کے ساتھ ایک جھوٹا وعدہ کیا جائے۔اس طرح سے آپ نئے ڈاکٹر تو بنا لیں گے لیکن جب پرانے ڈاکٹر چھوڑ کر چلے جائیں گے تو پھر ان نئے ڈاکٹروں کا آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا اس لئے بہتر ہے کہ existing ڈاکٹروں کی working conditions کو صحیح کیا جائے اور اُن کے مطالبات کو پورا کیا جائے تاکہ وہ عوام کی نگہداشت کر سکیں۔

جناب سپیکر! میں حکومت کی priorities کے حوالے سے تھوڑی سی ایک اور بات کرنا چاہ رہی ہوں کہ یہاں پر ہزاروں بنیادی مراکز صحت کی already buildings بنی ہوئی ہیں لیکن وہاں پر ڈاکٹر، نرسیں اور پیرا میڈیکل سٹاف نہیں ہے تو ہم یہ جو موبائل ہیلتھ یونٹس بنا رہے ہیں جن میں سے ایک یونٹس کی cost تقریباً 55 ملین روپیہ بنتی ہے تو اگر آپ اُس کو ایک بنیادی مرکز صحت سے compare کریں تو جتنی قیمت میں ایک موبائل ہیلتھ یونٹ بنتا ہے اتنی قیمت میں 27 بنیادی مراکز صحت پورا سال چل سکتے ہیں۔اب یہ کہیں گے کہ ہم بنیادی مراکز صحت میں ڈاکٹر نہیں پہنچا سکتے تو اس کے لئے بھی تجاویز ہیں کہ نئے ڈاکٹر ایک سال کے لئے ہاؤس جاب کرتے ہیں تو آپ اُس ایک سال میں سے تین مہینے کسی نہ کسی بنیادی مرکز صحت میں جاب کرنا لازمی کر دیں۔آپ کے جو ڈاکٹر

پوسٹ گریجویٹ ہو رہے ہیں اُن کے لئے بھی لازمی کر دیں کہ وہ پوسٹ گریجویشن کے سال میں سے تین مہینے کسی نہ کسی رورل ہیلتھ سنٹر یا بنیادی مرکز صحت میں کام کریں گے۔اسی طرح فائنل ائیر کے میڈیکل سٹوڈنٹس کو بھی ان پوسٹ گریجویشن کرنے والے ڈاکٹروں کے ساتھ rotate کرایا جا سکتا ہے۔ یہ بات صرف پالیسی، سوچ اور صحیح قسم کی نیت کی ہے کہ ہم نے عوام کو صحت کی سہولیات فراہم کرنی ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر ایک اور چیز کے حوالہ سے بات کروں گی کہ ساری دنیا میں یونیورسل ہیلتھ انشورنس کا پروگرام چل رہا ہے۔یہاں پر بھی سوشل سکیورٹی ہسپتالوں میں اُسی قسم کا ہیلتھ انشورنس کا پروگرام چل رہا ہے جو کئی سالوں سے بہت اچھے طریقے سے چل رہا ہے اگر اُن کی پالیسیوں کو study کیا جائے اور میں یہ نہیں کہتی کہ پوری عوام کو ایک سال میں یونیورسل ہیلتھ انشورنس دے دی جائے لیکن آہستہ آہستہ یونیورسل ہیلتھ انشورنس کی طرف راغب ہونا چاہئے کیونکہ اسی طریقہ سے ہر شخص تک صحت پہنچ سکتی ہے۔اگر حکومت اس بجٹ کو بڑھا بھی لے تو پھر بھی ہمارے صوبہ کے ہر ایک شخص تک صحت کی سہولیات نہیں پہنچ سکتیں۔ہیلتھ کمیشن پر پچھلے سال بھی time and struggle ضائع ہوئی اور اب وہ کہیں ٹھپ ہو کر پڑا ہوا ہے تو اُس کی کوئی implementation ہے، نہ عوام کو اُس کا کوئی فائدہ نظر آ رہا ہے اس لئے میں نے شروع میں کہا تھا کہ prevention, cure سے بہت بہتر ہے تو preventive health پر غور کیا جائے اور غلط infrastructure پر پیسے ضائع ہو رہے ہیں اُس سے پہلے already existing infrastructure ہے، ہسپتال ہیں جہاں دوائیاں نہیں ہیں، جہاں تین سال پہلے دوائیاں مفت دی جاتی تھیں آج کل وہاں مفت دوائیاں نہیں ملتیں، آئے دن ڈاکٹرز، نرسیں اور سارا پیرا میڈیکل سٹاف strike پر ہے لہذا اُن کی ضروریات کو دیکھا جائے تاکہ وہ عوام کی صحیح خدمت کر سکیں۔بہت شکریہ

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔جی، ڈاکٹر محمد اختر ملک!

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! شکریہ۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ Health for all and on equal basis. لیکن اس بجٹ کی کتابوں کو پڑھ کر یہی لگتا ہے کہ یہ بجٹ راولپنڈی سے شروع ہو کر قصور تک ختم ہو گیا ہے۔ میں facts and figures سے بات کروں گا، پسماندہ اضلاع کا اس کتاب میں کہیں ذکر تک نہیں ملے گا۔ ان میں خانیوال، مظفر گڑھ، راجن پور، لودھراں، وہاڑی، پاکپتن، بہاولنگر اور چنیوٹ جیسے کئی اضلاع ہیں جن کو یہاں پر address نہیں کیا گیا۔سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ

60۔ارب روپیہ کے بجٹ میں سے 30۔ارب روپیہ blocked allocations کے لئے رکھ دیا گیا ہے تو اگر اتنی رقم blocked allocations پر رکھنی ہے تو بجٹ کی ان کتابوں کو چھاپنے کا کیا فائدہ ہے؟ کوئی بھی ایک ہی سکیم کا اعلان کر کے اُس پر یہ پیسا invest کر دیں، پتا نہیں ہمارے اس کلچر سے blocked allocation کا رواج کب ختم ہوگا؟

جناب سپیکر! میں نے یہاں پر جو اعداد و شمار دیکھے ہیں اُس میں Tertiary Health Care Services میں سے ہمیں چوتھے حصہ کے برابر بھی پیسے اُس area کے لئے نہیں دیئے گئے۔ Tertiary Health Care Services کی ضرورت اُن لوگوں کو ہوتی ہے جو زندگی اور موت کی کشمکش میں ہوتے ہیں تو ان چیزوں کو سراسر نظر انداز کیا گیا ہے۔ آج کا ایک اہم issue Hepatitis ہے، اگر آج آپ پنجاب کی 9 کروڑ آبادی میں سے check کروائیں تو کم از کم 3 کروڑ لوگ Hepatitis "C" کے عارضہ میں مبتلا ہوں گے، اس بجٹ میں اُن کے لئے صرف 20 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس مقصد کے لئے یہ پیسا بہت تھوڑا ہے اس لئے اس پر صحیح پیسا invest کیا جائے۔ Hepatitis کے مریض کا liver damage ہو جاتا ہے تو اُس کی کوئی remedy نہیں ہے اور اُس کی زندگی کے آخری ایام بڑے miserable ہوتے ہیں ہم تو ایسے مریضوں کو دیکھتے رہتے ہیں اس لئے Hepatitis کو re-look کرنا چاہئے اور میں یہاں پر یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ جنوبی پنجاب میں سانپ کے کاٹنے سے کاشتکار طبقہ زیادہ effect ہوتا ہے تو وہاں پر ہسپتالوں میں snake venom نہیں ملتی، وہاں پر اس کے لئے کئی کئی دن انتظار کرنا پڑتا ہے اس لئے اس کا کوئی بندوبست کیا جائے کیونکہ اس کو یہاں پر address نہیں کیا گیا۔ میں اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ dog bite vaccination بڑی اہم ہے اور اللہ نہ کرے اگر کسی کو باؤلا کتا کاٹ لے تو اُس کا علاج نہیں ہے تو اس بجٹ میں اُس کا بھی کہیں arrange نہیں کیا گیا۔ یہ انتہائی ضروری باتیں ہیں جن کو address کرنا چاہئے اور اس سے ہمارا ایک بڑا طبقہ effect ہوتا ہے۔ چیف منسٹر صاحب نے renal failure کے حوالے سے ایک اچھا اقدام اٹھایا تھا تو میں سمجھتا ہوں کہ ادویات نہ ہونے کی وجہ سے پچھلے چار پانچ ماہ سے ہمارے Dialysis Centres بند پڑے ہیں اس لئے حکومت سے میری گزارش ہے کہ صحت پر کبھی cut نہ لگایا جائے۔ پرانے زمانے میں بزرگ دعائیں دیتے تھے کہ اللہ آپ کو صحت کی بادشاہی دے تو صحت کی بادشاہی کے علاوہ کوئی ایسی بادشاہی نہیں ہے کہ جس میں بندہ خوش و خرم رہ سکے۔ کسی انسان کی اگر صحت اچھی ہو گی تو اُس کو یہ دنیا بھی اچھی لگے گی اور یہ ماحول بھی اچھا لگے گا جبکہ بیمار شخص کو کچھ بھی

اچھا نہیں لگتا، جو بیمار ہو گا اس کے لئے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہمارے B.H.Us پر پچھلے آٹھ ماہ سے ادویات نہیں مل رہیں۔ ہمارا دیہاتی علاقہ سے تعلق ہے وہاں ادویات نہیں مل رہیں، حکومت کو ادویات فراہم کرنے کا انتظام کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: اجلاس کی کارروائی کے لئے آدھ گھنٹہ کا وقت بڑھایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! موبائل ہیلتھ یونٹ کا جو سسٹم شروع کیا گیا ہے ہم اس کی اہمیت سے انکاری نہیں ہیں میری یہ خواہش ہے کہ ہمارے جو R.H.Cs یا B.H.Us ہیں ان کو strengthen کریں۔ یہ انتہائی ضروری ہے، اگر سرجن اور فزیشن وہاں available ہوں تو لوگوں کا علاج کی غرض سے شہروں کی طرف سفر بند ہو جائے گا۔ کسی کو ضرورت نہیں کہ وہ خرچہ کر کے بڑے شہروں میں آکر اپنا علاج کرائے۔ اگر لوگوں کو door step پر علاج کی سہولیات ملنا شروع ہو جائیں گی تو وہ وہیں علاج کرائیں گے۔

جناب سپیکر! میں وزیر اعلیٰ صاحب کی بھی توجہ چاہوں گا کہ شعبہ ہیلتھ میں گورنمنٹ سیکٹر اور پرائیویٹ سیکٹر کو بالکل علیحدہ کرنا چاہئے۔ ان ڈاکٹروں پر پابندی لگانی چاہئے جو سرکاری ملازمت بھی کرتے ہیں اور اپنے پرائیویٹ ہسپتال بھی چلاتے ہیں۔ جب یہ نظام علیحدہ ہو گیا تو اس وقت لوگوں کو ہیلتھ کی سہولیات میسر ہوں گی۔ یہ انتہائی ضروری بات ہے کہ گورنمنٹ کی ملازمت کرنے والا شخص پرائیویٹ پریکٹس نہ کرے، چاہے وہ پروفیسر ہے یا میڈیکل آفیسر ہے۔ وہ وہاں سے ریٹائرمنٹ لے یا گورنمنٹ کی ملازمت چھوڑ دے تو پھر وہ پرائیویٹ پریکٹس کر سکتا ہے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں جنوبی پنجاب کی محرومیوں کا ذکر کروں گا کہ N.F.C میں area population اور poverty کے لحاظ سے distribution of funds ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب میں بھی Punjab Finance Commission کو اتھارٹی دی جائے کہ وہ پنجاب کے فنڈز area, population اور poverty کے لحاظ سے پسماندگی کی بنیاد پر تقسیم کریں۔ میں 1973 کے آئین کا حوالہ دوں گا کہ اس میں یہ mention ہے کہ پسماندہ اضلاع کو زیادہ فنڈز کی ضرورت ہے۔ اس بجٹ میں، میں نے دیکھا ہے کہ جو پسماندہ اضلاع ہیں ان کو مزید نظر انداز کیا گیا ہے۔ یہ روش ٹھیک نہیں ہے جس کی وجہ سے وہاں کے لوگوں میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ میرے خیال میں حکومت کو اسے ضرور دیکھنا چاہئے۔

جناب سپیکر! ہمارے علاقہ سے ملک کا 69 فیصد زر مبادلہ کاٹن کی برآمد سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہے، 85 فیصد کاٹن جنوبی پنجاب سے آتی ہے، اگر باقی علاقوں میں لوگوں کو گیس اور پانی کی بنیاد پر royalty ملتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس علاقہ کو بھی royalty ملنی چاہئے، اگر royalty نہیں دے سکتے تو کم از کم ان کو ان کا حق ضرور دینا چاہئے۔ یہ لمحہ فکریہ ہے میں چاہوں گا کہ اس پر حکومت کو غور کرنا چاہئے۔ مہربانی، شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! شکریہ۔ یہاں صحت پر بات کرنے کے لئے ڈاکٹر بیٹھے ہیں۔ میں as a common person بہت سی باتیں صحت پر کرنا چاہتی تھی لیکن میں تعلیم کے متعلق کٹوتی کی تحریک پر تقریر کروں گی۔ اس وقت وزیر اعلیٰ صاحب یہاں موجود ہیں اس لئے صحت پر صرف دو گزارشات کروں گی۔ پہلی گزارش یہ ہے کہ ڈاکٹر سعید الٰہی صاحب ایک competent آدمی ہیں، وہ پارلیمانی سیکرٹری ہیں اور اس محکمہ کو چلا رہے ہیں۔ مجھے صرف حیرت یہ ہے کہ کون سی تعلیمی قابلیت یا کوئی اور قابلیت ان میں نہیں ہے جو ان کی ترقی نہیں ہو سکتی اور وہ وزیر صحت نہ بنائے جا سکتے ہوں۔ میرے خیال میں ان کی ترقی ہونی چاہئے اور ان کو ایک موقع دینا چاہئے کہ صحت جو adhocism پر چل رہی ہے اسے regular کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں good governance کی ایک example وزیر اعلیٰ صاحب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتی ہوں۔ سر گنگا رام ہسپتال کی ایمر جنسی میں ایک پرچی کے -/50 روپے مریضوں سے لئے جا رہے ہیں۔ یہ پرچی میں وزیر اعلیٰ صاحب کو بھیج رہی ہوں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبر نے ایک پرچی قائد ایوان کی جانب بھجوائی)

جناب سپیکر! جہاں پر مریضوں سے -/50 روپے ایمر جنسی میں لئے جاتے ہیں حکومت good governance کا دعویٰ کرتی ہے کہ ایمر جنسی free ہے اور وہاں مفت علاج ہوتا ہے۔ مجھے صرف اس کی قلعی کھولنا تھی۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ چودھری ظہیر الدین خان صاحب!

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے آدھ گھنٹہ وقت بڑھایا ہے۔ آج وزیر اعلیٰ صاحب بھی تشریف فرما ہیں اگر وقت ایک گھنٹہ بڑھا دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! ساڑھے تین بجے دیکھیں گے کہ کیا کرنا ہے۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں دو تین معروضات بیان کرنے کے بعد چاہوں گا کہ کٹوتی کی تحریک پیش کر دی جائے۔ میں اپنی مخالفت کی ایک وجہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے تین سالوں میں پنجاب کی آبادی 2.9 فیصد سالانہ کے حساب سے بڑھی ہے جبکہ آبادی کے بڑھنے کے لحاظ سے بچوں کے ہسپتالوں میں اور نہ ہی دوسرے ہسپتالوں میں اضافہ کیا گیا ہے۔ 2008 کے بجٹ تقریر میں کہا گیا تھا کہ ہسپتالوں میں اس طرح کا culture دیں گے کہ اس میں مریض کے مرض کو دیکھا جائے گا، اس کی حیثیت کو نہیں دیکھا جائے گا لیکن اس بجٹ سے پہلے کے تینوں بجٹ جو محکمہ صحت میں استعمال ہوئے ہیں تو مریض کو ہسپتال سے بے حیثیت کر کے دوائی کی بجائے دھکے ملے ہیں۔ میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ چار ماہ تک B.H.U's کی ادویات کی خریداری پر پابندی لگائی گئی۔ ہسپتال اپنا بجٹ چھ ماہ میں ختم کر لیتے ہیں اور جب ضمنی بجٹ آتا ہے تو فنڈز کسی اور جگہ زیادہ استعمال ہوئے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ نامکمل منصوبے ویسے کے ویسے ہی پڑے ہیں جیسا کہ وزیر آباد کا کارڈیالوجی سنٹر اور ڈی جی خان کا میڈیکل کالج ہے۔ میرے ساتھی ساری باتیں کر چکے ہیں میں صرف پنجاب کے محکمہ صحت کی بہتری کے لئے نشاندہی کرتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ ہماری کٹوتی کی تحریک کو منظور فرمایا جائے کیونکہ محکمہ پہلے بجٹ کو good governance اور احسن طریقے سے استعمال کرنے سے قاصر رہا ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے آپ کے علم میں یہ بات لاؤں گا کہ صحت حکومت پنجاب کی ترجیح ہے اور وزیر اعلیٰ پنجاب کا passion, priority اور خواب صحت کی فراہمی ہے۔ ان کی خواہش یہ ہے کہ بلاتفریق پنجاب میں بسنے والے سب لوگوں کو مفت طبی سہولیات فراہم کی جائیں اور کسی غریب کا بچہ وسائل کی کمی کی وجہ سے ہسپتال کی سیڑھیوں پر دم نہ توڑے اور اسے وہی سہولیات فراہم کی جائیں جو کسی امیر آدمی کو فراہم کی جا سکتی ہیں۔ حکومت پنجاب نے صوبائی سطح پر صحت کی سہولیات کی فراہمی کے لئے مالی سال 12-2011 کے لئے current expenditure کی مد میں 26-ارب روپے مختص کئے ہیں جو کہ مالی سال 11-2010 کے ابتدائی تخمینہ جات 22-ارب روپے کے مقابلے میں 3-ارب 60 کروڑ 14 لاکھ 81 ہزار روپے زیادہ ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! گزشتہ چار برسوں میں 145 فیصد اضافہ ہوا ہے اور صرف اس سال میں تقریباً 17 فیصد اضافہ کیا گیا ہے تاکہ محکمہ صحت کے شعبہ میں جاری انسان دوست اور غریب پرور اقدامات جاری رہ سکیں۔ گرانٹ نمبر PC-21016 میں صوبائی سطح کے بڑے ہسپتال جن میں خود مختار ہسپتالوں کے بیس تدریسی ہسپتال، ذہنی امراض کے ہسپتال، انتقالِ خون سروسز، پبلک ہیلتھ نرسنگ سکولز، کنگ ایڈورڈ میڈیکل یونیورسٹی اور دیگر اداروں کے لئے صحت کی تمام سہولیات کی فراہمی کے لئے فنڈز مختص کر دیئے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ غیر سرکاری تنظیمیں مثلاً شالامار ہسپتال، گلاب دیوی ہسپتال، فاؤنٹین ہاؤس اور LRBT کے لئے بھی مناسب رقم تجویز کر دی گئی ہے تاکہ وہ بھی صحت کی فراہمی کی سہولتوں کے لئے اہم کردار ادا کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں چند تفصیلات عرض کرتا چلوں کہ تنخواہوں کی مد میں رکھی گئی رقم 13۔ارب 90 کروڑ 77 لاکھ 24 ہزار روپے ہے۔ ضروری اور متفرق اخراجات جس میں پٹرول، یوٹیلیٹی بلز، سٹیشنری اور ایکسرے وغیرہ شامل ہیں اس کے لئے 3۔ارب 56 کروڑ 4 لاکھ 47 ہزار روپے کی رقم ہے۔ صوبائی سطح کے خود مختار ہسپتالوں اور محکمہ صحت کے زیر انتظام طبی ادارے بشمول میو ہسپتال، چلڈرن ہسپتال اور لیڈی ایچی سن وغیرہ کے لئے تقریباً 23۔ارب روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ اسی طرح غیر سرکاری ہسپتالوں اور تنظیموں کے لئے تقریباً 15 کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ مفت علاج کی سہولت جو اس حکومت کا ایک زریں باب اور کارنامہ ہے کہ جب یہ حکومت شروع ہوئی تھی تو مفت ادویات کی فراہمی کے لئے 2۔ارب روپے مختص کئے گئے تھے جسے بڑھا کر اب 6۔ارب روپے کر دیئے گئے ہیں۔ میرے ایک دوست نے سوال کیا تھا کہ کتے اور سانپ کے کاٹنے کے لئے علیحدہ allocation نہیں ہوتی جبکہ 5.50۔ارب روپے میں یہ تمام سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں اور تمام DHQ's میں سانپ اور کتے کے کاٹے کے لئے vaccine خریدنے کے لئے رقم موجود ہے۔ اس سال بھی 5.50۔ارب روپیہ مفت ادویات کے لئے مختص کیا گیا ہے جبکہ ضلعی حکومتوں کے فنڈز اس سے علیحدہ ہیں جو تقریباً 2800 ملین روپے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! گردوں کی صفائی کے لئے 30 کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے جس میں چند ممبران نے اعتراض کیا تھا کہ گزشتہ سال یہ رقم 50 کروڑ روپے تھی اور اس دفعہ 30 کروڑ روپے کیوں کی گئی ہے جس کا جواب یہ ہے کہ 50 کروڑ روپے کی رقم اس لئے تھی کہ اُس وقت ڈائیلسز مشینیں نصب کی جا رہی تھیں جس میں اُن کی قیمتیں بھی شامل تھیں لیکن اس سال صرف گردوں کے علاج کی سہولتوں کی فراہمی کے لئے 30 کروڑ روپے دیئے جا رہے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ہسپتالوں میں طبی آلات اور مشینری کی دیکھ بھال کے لئے 15کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں تاکہ مشینوں کو رواں رکھا جا سکے۔ابھی میرے بھائی ڈاکٹر اختر ملک نے جنوبی پنجاب کے حوالے سے بات کی تھی تو میں اُن کے علم میں لے آؤں کہ جنوبی پنجاب اس صوبہ پنجاب کا حصہ ہے اور وہ ہماری ترجیحات میں شامل ہے اسی لئے allocation of the funds کے حساب سے جنوبی پنجاب میں صحت کے لئے 53فیصد ہے اور 47فیصد باقی پنجاب کے لئے ہے یعنی جنوبی پنجاب کے لئے 8698ملین روپے مختص کئے گئے ہیں اور باقی پنجاب کے لئے تقریباً7601ملین روپے ہیں۔ سالانہ ترقیاتی پروگرام کے تحت عرصہ دراز سے مختلف قسم کے طبی ادارے جو بن رہے تھے وہ مکمل ہو چکے ہیں اس لئے اس مقصد کے لئے 87 نئی SNE's کے تحت 1153 نئی اسامیاں پیدا کی گئی ہیں جو گریڈ1 سے گریڈ18 تک ہیں۔ صوبائی سطح پر تقریباً1080اسامیاں منظور کی گئی ہیں جو گریڈ1 سے گریڈ18 تک ہیں۔اس کے علاوہ یہاں میرے معزز ممبران نے چند سوال پوچھے تھے میں اُن کا جواب دیتا چلوں کہ محکمہ صحت کے شعبہ میں پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار چار ہزار میڈیکل افسروں کو regularize کیا گیا ہے جو بیس سال سے دہاڑی دار مزدور کے طور پر کام کر رہے تھے اور دو ہزار Consultants اور Specialists کو regularize کیا گیا ہے جو 1994 سے دہاڑی پر کام کر رہے تھے۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے خصوصی شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے brain drain کو روکنے کے لئے تقریباً چھ ہزار ڈاکٹروں کو regularize کیا ہے، ساڑھے سات ہزار نرسوں کو بھی regularize کیا گیا ہے اور اُن کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا ہے مزید انہیں گریڈ14 سے گریڈ16 دیا گیا ہے جس سے نرسیں دلجمعی سے کام کر رہی ہیں۔ اسی طرح پیرامیڈیکل سٹاف جس کی تعداد 50ہزار ہے، وزیراعلیٰ صاحب نے اُن کے لئے خصوصی طور پر four years structure approve کیا ہے اور مزید گریڈ ایک، دو اور گریڈ پانچ کے ملازمین کے لئے بھی خصوصی پیکج کا اعلان کیا گیا ہے۔آپ جانتے ہیں کہ حال ہی میں 5.2 بلین روپے پر مشتمل ایک پیکج دیا گیا ہے جس میں ڈاکٹر، نرسیں، پیرامیڈکس، ڈینٹل سرجنز اور وہ تمام ملازمین جو محکمہ صحت میں ہیں اُن کی تنخواہوں میں 8 سے 22ہزار روپے تک اضافہ کیا گیا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہاں پر Burn Unit کی بات ہوئی تھی تو میں بتاتا چلوں کہ شمالی لاہور ایک محروم علاقہ تھا جہاں پر تقریباً40فیصد آبادی رہتی ہے وہاں پر چار نئے ہسپتال تعمیر کئے گئے ہیں۔ وہاں کے لوگوں کو علاج کے لئے میو ہسپتال یا سروسز ہسپتال آنا پڑتا تھا مگر اب وہاں پر Burn Unit قائم کیا جا رہا ہے۔اسی طرح جناح ہسپتال میں ٹراما سنٹر قائم کیا جا رہا ہے جو تکمیل کے قریب ہے۔اس کے علاوہ

ہمارے چند اہم منصوبوں کا میں ذکر کرتا چلوں کہ بجٹ میں ہمارا اضافہ 11۔ارب روپے سے 44۔ارب روپے ہوا ہے۔ میری بہن نے ایئر کنڈیشنز کے حوالے سے بات کی تھی تو 7700 ائر کنڈیشنز تدریسی ہسپتالوں اور ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں میں لگائے گئے ہیں اُن کو چلانے کے لئے 181 جنریٹرز اور جنریٹروں کو چلانے کے لئے POL کی مد میں پٹرول اور ڈیزل کے لئے تین سال پہلے 87 کروڑ روپے رکھے گئے تھے لیکن اب اس کے لئے ڈیڑھ ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! شعبہ صحت کی ترقی پروگرام کے لئے اِس وقت ہمارے ایک سو بائیس منصوبہ جات شروع ہو چکے ہیں جن میں سے تقریباً اس سال پچاس مکمل ہو جائیں گے جس کی list ساتھ attach ہے اور اُس پر بات بھی ہو چکی ہے۔ جاری شدہ منصوبہ جات کے لئے تقریباً 8500 ملین روپے اور نئے منصوبہ جات کے لئے تقریباً 6400 ملین روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کے special initiative کے تحت چار میڈیکل کالج جن میں ساہیوال، گوجرانوالہ اور ڈیرہ غازی خان شامل ہیں، اُن کے لئے 400 ملین روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ جیسے میں نے پہلے بتایا کہ موجودہ سال میں جنوبی پنجاب کے لئے تقریباً 5ہزار ملین روپے کی رقم مختص کی گئی ہے اور بہاولپور میں چار سو دس بستروں پر مشتمل سول ہسپتال کے لئے 500 ملین روپے رکھے گئے ہیں۔ چار میڈیکل کالج جن میں ڈی جی خان سر فہرست ہے اِن کے لئے 1900 ملین روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ انسٹیٹیوٹ آف یورالوجی ٹرانسپلانٹیشن راولپنڈی کے لئے 350 ملین روپے کی رقم اور شاہدرہ ہسپتال لاہور کے لئے 100 ملین روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ میں عرض کرتا چلوں کہ ہمارے وہ غریب لوگ جنہیں ڈسپرین کی ایک گولی نہیں ملتی، اُن کے لئے وزیر اعلیٰ نے موبائل ہیلتھ یونٹس import کئے ہیں جن میں سے سات موبائل یونٹ کام کر رہے ہیں۔ جس طرح میری بہن نے کہا کہ ایک یونٹ میں تین سو مریض نہیں دیکھے جا رہے لہذا میں انہیں چیلنج کرتا ہوں کہ ایک کمیٹی بنائی جائے اور جہاں جہاں موبائل ہیلتھ یونٹ کام کر رہے ہیں اُن کے کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ کا معائنہ کیا جائے اور یہ verify کیا جائے کہ تین سو مریض روزانہ دیکھے جا رہے ہیں یا نہیں؟ اس کے علاوہ اُس کی قیمت اس لئے کم کی جا رہی ہے کیونکہ اسے rationalize کیا جا رہا ہے۔ اس دفعہ موبائل ہیلتھ یونٹس کے equipments مہنگے ہیں جیسے ان میں fixed ایکسرے پلانٹس اور بڑی لیبارٹریاں ہیں لہذا ان کے مقابلے میں آئندہ بجٹ میں ہم سستے موبائل ایکسرے پلانٹ اور چھوٹی لیبارٹریاں لے کر کم خرچ کریں گے اور اسی لئے اُن کی قیمت کم کی جا رہی ہے لہذا اس میں شکوک و شبہات دُور کر لئے جائیں کیونکہ اس صوبے اور حکومت کا ایک ایک پیسا

ایمانداری سے خرچ کیا جائے گا۔ جیسے پہلے بتایا گیا تھا کہ ہیپاٹائٹس کے لئے جو رقم مختص کی گئی ہے اُس میں اس دفعہ 200 ملین روپے کی رقم رکھی گئی ہے لیکن باقی تجاویز کے حوالے سے میں وزیر اعلیٰ صاحب سے request کروں گا کہ اس میں اضافہ کر دیا جائے۔ بہت شکریہ۔ پاکستان زندہ باد۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: شکریہ۔ چودھری صاحب! اب میرے خیال میں سوال put کر لیا جائے؟

چودھری ظہیر الدین خان: جی، کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"26۔ارب 40 کروڑ 28 لاکھ 89 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21016 خدمات صحت کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 26۔ارب 40 کروڑ 28 لاکھ 89 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات "صحت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر PC-21015 پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر PC-21015

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک رقم جو 25۔ارب 59 کروڑ 45 لاکھ 31 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعلیم" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک رقم جو 25۔ارب 59 کروڑ 45 لاکھ 31 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعلیم" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس میں کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی ہے جو کہ لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان، جناب شاہان ملک، میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا، جناب قاسم ضیاء، سید حسن مرتضیٰ، حاجی محمد اسحاق، محترمہ نیلم جبار چودھری، چودھری محمد طارق گجر، جناب قیصر اقبال سندھو، جناب تنویر اشرف کائرہ، جناب آصف بشیر بھاگٹ، میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل، چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ)، جناب تنویر الاسلام، جناب فاروق یوسف گھرکی، جناب شاہجہان احمد بھٹی، رائے محمد اسلم خان، سردار محمد حسین ڈوگر، جناب امجد علی میو، محترمہ روبینہ شاہین وٹو، جناب محمد اشرف خان سوہنا، ملک محمد عامر ڈوگر، سید ناظم حسین شاہ، جناب احمد حسین ڈیہر، ڈاکٹر محمد اختر ملک، سید احمد مجتبیٰ گیلانی، رانا بابر حسین، جناب محمد جمیل شاہ، جناب محمد حفیظ اختر چودھری، جناب شہزاد سعید چیمہ، سردار خالد سلیم بھٹی، ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال!

سینئر مشیر برائے وزیراعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

سینئر مشیر برائے وزیراعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں کہ مداخلت کر رہا ہوں۔ اس کٹوتی کی تحریک پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ انہوں نے oppose کیا ہے۔

سینئر مشیر برائے وزیراعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): جناب سپیکر! یہ صرف نام دیئے ہوئے ہیں اور نام والے بھی یہاں موجود نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: ہمارے پاس نوٹس تحریری طور پر موجود ہے۔

سینئر مشیر برائے وزیراعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): جناب سپیکر! جب آپ نے اسے ایوان کے سامنے پیش کیا تو کسی نے اس پر objection نہیں کیا۔

جناب سپیکر: opposeکرنے کے لئے پہلے لنگڑیال صاحب کھڑے ہو گئے تھے تو میں نے انہیں بتایا کہ میں نام پڑھ رہا ہوں۔ باقی ناموں میں سردار اطہر حسن خان گورچانی، چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا، جناب افتخار علی کھیتران، صاحبزادہ محمد گزین عباسی، جناب شاہ رخ ملک، جناب محمد طارق امین ہوتیانہ، میاں محمد علی لالیکا، چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ)، کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد، مخدوم محمد ارتضیٰ، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں، جناب جاوید حسن گجر، سید عبدالقادر گیلانی، محترمہ نرگس فیض ملک، محترمہ فوزیہ بہرام، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ ساجدہ میر، محترمہ سفینہ صائمہ کھر، ڈاکٹر آمنہ بٹر، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ فائزہ احمد ملک، محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ)، جناب پرویز رفیق، چودھری ظہیر الدین خان، چودھری عامر سلطان چیمہ، جناب محمد محسن خان لغاری، سردار محمد یوسف خان لغاری، جناب محمد شفیق خان، جناب خرم نواب، ملک اقبال احمد لنگڑیال، جناب خالد جاوید اصغر گھرال، کرنل (ریٹائرڈ) محمد عباس چودھری، جناب منور حسین منج، جناب محمد یار ہراج، جناب طاہر اقبال چودھری، میاں شفیع محمد، سردار عامر طلال گوپانگ، ڈاکٹر محمد افضل، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا، جناب ظفر ذوالقرنین ساہی، ڈاکٹر سامیہ امجد، محترمہ آمنہ الفت، سیدہ بشریٰ نواز گردیزی، محترمہ سیمل کامران، محترمہ خدیجہ عمر، سیدہ ماجدہ زیدی، ڈاکٹر فائزہ اصغر، محترمہ ثمینہ خاور حیات، محترمہ انبساط حامد، محترمہ زوبیہ رُباب ملک، محترمہ قمر عامر چودھری، محترمہ حمیرا اویس شاہد اور انجینئر شہزاد الٰہی کی طرف سے ہے۔ جی، پیش کریں۔

ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"25۔ارب 59 کروڑ 45 لاکھ 31 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21015 تعلیم، کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"25۔ارب 59 کروڑ 45 لاکھ 31 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21015 تعلیم، کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

MINISTER FOR EDUCATION (Mian Mujtaba Shuja-u-Rehman): Mr. Speaker! I Oppose.

جناب سپیکر: لنگڑیال صاحب! وزیر موصوف نے اسے oppose کیا ہے اس لئے آپ اپنی بات کریں۔

ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال: جناب سپیکر!

غریب اور کہاں تک ظلم کی زد میں رہے
امیر شہر سے کہہ دو کہ اپنی حد میں رہے
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! جب سے یہ حکومت آئی ہے تو ہم اس بات کا شور سن رہے ہیں کہ ہماری حکومت تعلیم عام کرنے کے لئے دن رات ایک کر دے گی مگر یہ دعوے اور زمینی حقائق بالکل اس کے مختلف ہیں اور اس کا تضاد ایسے ہی پایا جاتا ہے کہ جس طرح دن اور رات کا، سچ اور جھوٹ کا۔ اگر آپ وائٹ پیپر کا صفحہ 40 پڑھیں تو یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے جو حکومت کو یہ آئینہ دکھاتی ہے کہ آپ نے تعلیم کے لئے کیا کیا؟ اگر آپ پچھلے بجٹ میں دیکھیں کہ وہ 28۔ارب اور 88 کروڑ روپے رکھی گئی تھی۔۔۔

جناب سپیکر: ایوان کی کارروائی کا وقت مزید پانچ منٹ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال: جو اس سال تعلیم کے لئے رقم رکھی گئی ہے وہ 27۔ارب 14 کروڑ روپے ہے اور اس طرح یہ ایک ارب 70 کروڑ روپے کی کمی بنتی ہے۔ اگر ہم مطالبات زر میں دیکھیں تو وہاں 25۔ارب 59 کروڑ 45 لاکھ 31 ہزار روپے کی رقم کو وائٹ پیپر میں دیکھیں تو 2۔ارب روپے کا فرق بنتا ہے۔ یہ فرق پتا نہیں کیوں ہے تو اس بات کو وزیر موصوف ضرور واضح کریں۔ میں اتنا بتا تا چلوں کہ جہاں شرح خواندگی بالکل نہ ہونے کے برابر ہے اور ہمارا صوبہ اس لحاظ سے تعلیم کے حوالے سے بہت ہی پیچھے ہے مگر ایجوکیشن کی مد میں اتنا کم بجٹ رکھنا طلباء اور اساتذہ کے ساتھ بہت بڑا مذاق ہے۔ اگر ہم پچھلا بجٹ دیکھیں تو اُس میں ترقیاتی اخراجات 23۔ارب روپے رکھے گئے تھے لیکن افسوس کی بات ہے، ظلم کی بات ہے کہ اُس وقت صرف 13۔ارب روپے خرچ کئے گئے جو 50 فیصد رقم بھی نہیں بنتی۔ ایجوکیشن میں اتنا بڑا cut لگانا تعلیم کے شعبے کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔ ہم ایک شور سنتے ہیں کہ پنجاب corruption free صوبہ ہے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پچھلے دو سالوں میں آڈیٹر جنرل آف پاکستان نے جہاں 80۔ارب روپے کی کرپشن اور بے ضابطگیاں بتائی ہیں وہاں محکمہ تعلیم بھی کسی سے پیچھے نہیں رہا۔ ہماری پالیسی ہے کہ ہم نے 2۔ارب 20 کروڑ روپے کی مفت کتابیں پنجاب میں تقسیم کرنی ہیں تو میں یہ بتا تا چلوں کہ ہم نے جو پہلے دو آرڈر دیئے، دوسرا آرڈر پہلے آرڈر سے 48 کروڑ روپے زیادہ تھا۔ کتابیں بھی وہی تھیں، کاغذ بھی وہی تھے، تعداد بھی وہی تھی مگر وہ دوسرا ٹھیکیدار کون تھا جس کو 48 کروڑ روپے کا زیادہ ٹھیکہ دیا گیا؟ سب سے بڑے ظلم کی بات یہ ہے کہ ایک لاکھ کتابیں ڈیلر نے اُس وقت محکمہ تعلیم کے حوالے کیں جب ان کلاسوں کے طلباء امتحان دے کر گھر جا چکے تھے،

جو ایک لاکھ کتابوں کا نقصان محکمہ تعلیم کو ہوا ہے اس کا کون ذمہ دار ہے اور اس کرپشن کا کون ذمہ دار ہے۔[********]

جناب سپیکر: انہوں نے یہ جو بات کی ہے اسے کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال: اس وقت صوبہ پنجاب میں چھ ہزار سکول ایسے ہیں جو تعمیر ہو چکے ہیں، جن کی بلڈنگیں مکمل ہو چکی ہیں اور جن پر اربوں روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ وہ چھ ہزار سکول جو upgrade ہو چکے ہیں ان میں کلاسیں اس لئے شروع نہیں ہو سکیں کہ محکمے کے پاس رقم نہ ہے۔ ہمارے کتنے لاکھوں بچوں کا نقصان ہو رہا ہے۔ وہ لاکھوں، کروڑوں بچے بھی چیف ایگزیکٹو کی محبت اور پیار کے اُسی طرح حقدار ہیں جس طرح دانش سکول کے چار پانچ سو بچے حقدار ہیں۔ ایک غریب آدمی اپنا پیٹ کاٹ کر اپنے بچوں کو پڑھاتا ہے، وہ میٹرک کرواتا ہے، وہ ایف اے کرواتا ہے اور اس کا خواب اس وقت پورا ہوتا ہے جب وہ اپنے بچے کو Graduation کرواتا ہے۔ یہاں jobs کی اتنی opportunity ہو سکتی ہیں مگر افسوس کی بات ہے کہ ہماری حکومت پنجاب نے ان کو کیا دیا ہے کہ غریب آدمی کا بچہ جب Graduate ہو گا تو اس کو پیلی ٹیکسی سکیم کے تحت کار دی جائے گی اور اس کو کار کا ڈرائیور بنا دیا جائے گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی جانب سے "شیم، شیم" کی نعرہ بازی)

کیا ضرورت ہے اس کو اپنا پیٹ کاٹنے کی، کیا ضرورت ہے اس کو اپنے گھر کا نظام درہم برہم کرنے کی، اگر اس نے Graduate بن کر ایک ٹیکسی ڈرائیور ہی بننا ہے؟

جناب سپیکر! میں اپنی تقریر لمبی کرنے کی بجائے اپنے دوسرے ساتھیوں کو موقع دینا چاہوں گا اور آخر میں ان اشعار کے ساتھ اجازت چاہوں گا کہ:

تم نے صدیوں سے لوٹا ہمارا سکوں
اب نہ ہم پہ چلے گا تمہارا فسوں
چارہ گر میں تمہیں کس طرح سے کہوں
تم نہیں چارہ گر کوئی مانے مگر ہم نہیں مانتے ہم نہیں مانتے

جناب سپیکر: محترمہ سیمل کامران!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! انہوں نے جو اتنی موٹی موٹی رقم کی demand کی ہے اور ہم نے کہا ہے کہ اس کو cut کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔ ان کی طرف سے جو book ہمیں ملی ہے یہ اس بات کی شاہد ہے، اس ایوان کے در و دیوار اس بات کے شاہد ہیں کہ انہوں نے جو رقم demand کی ہے اس میں سے صرف 29 فیصد non salary budget ہے---

جناب سپیکر: ایوان کا ٹائم 4 بجے تک بڑھایا جاتا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: شکریہ۔ جناب سپیکر! باقی 71 فیصد بجٹ افسر شاہی کی خدمت میں نذرانہ کے طور پر دوبارہ سے پیش کیا جا رہا ہے۔ 2008-09 اور 2010-11 ان ساڑھے تین سالوں میں انہوں نے جو بجٹ سے related تقاریر فرمائی ہیں ان میں انہوں نے عوام کو بڑے سہانے خواب دکھائے---

جناب سپیکر: خواب سہانے ہی ہیں، ڈراؤنے تو نہیں ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں آپ ہی کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہنا چاہتی ہوں کہ ان کے جو مشیران، ٹاسک فورسز کے چیئرمین اور جو اس جماعت کے کرتا دھرتا ہیں جب وہ رات کو سوتے ہیں تو خواب میں کوئی چیز دیکھتے ہیں۔ وہ صبح صبح چلے جاتے ہیں اور وزیر اعلیٰ صاحب کو misguide کرنے کے لئے بیٹھ جاتے ہیں کہ رات کو ہم نے خواب میں یہ دیکھا ہے اس لئے اب اس کی تشہیر کر دو اور آدھا آدھا اخبار بھر دو لیکن نکلتا اس میں سے کچھ بھی نہیں۔ خواب دکھانا اور بات ہے لیکن اس کو حقیقت بنانا بالکل برعکس چیز ہے۔ جب یہ good governance اور جمہوری حکومت اس ملک میں آئی تھی تو عوام نے ان سے بہت سی توقعات وابستہ کی تھیں جو اُن کا حق تھا۔ اٹھارہویں ترمیم کے لئے تمام political parties نے بڑی struggle کی جس کے نتیجے میں، میں آپ کی خدمت میں یہ پیش کرنا چاہوں گی کہ:

> The 18th amendment of the Constitution of Islamic Republic of Pakistan which receives Presidential assent on April 19th 2010 that the State shall provide free and compulsory education to all the children of the age 5 to 16 in such manner as may be prescribed in the law.

جناب سپیکر! اب یہ constitutional binding ہے، یہ اس حکومت پر لازم و ملزوم ہے کہ یہ ان بچوں کو quality education provide کرے۔ ایک رپورٹ چھپی ہوئی ہے میں اس کو پڑھ رہی تھی کہ اگر حکومت یہ provide نہیں کرے گی تو اب شہری ان کو عدالتوں میں بھی گھسیٹ سکتے ہیں، اب بلی دور نہیں ہے۔ ایک طرف باتیں کی جاتی ہیں، سہانے خواب دکھائے جاتے ہیں، good governance کے دعوے کئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ہم تعلیم میں وہ reforms لے کر آئیں گے کہ علامہ اقبال اور قائداعظم کا خواب پورا ہوگا۔ مگر چند حقائق جو میری نظر سے گزرے ہیں میں چاہتی ہوں کہ ایجوکیشن منسٹر جو بہت کم اس ایوان کی زینت بنتے ہیں، آج وہ تشریف فرما ہیں تو میں آپ کے توسط سے ان کے گوش گزار کردوں۔ اسی صوبہ میں good governance کے باوجود 63 ہزار سکول ایسے ہیں جو 65 فیصد basic facilities سے محروم ہیں۔ صرف اسی لاہور شہر میں ایک سال کے اندر ایل ڈی اے نے ایک ہزار سکول بند کردیئے۔ پورے پنجاب میں policy rationalization کے نام پر ہر ڈسٹرکٹ میں چالیس سے پچاس سکول بند کردیئے گئے ہیں۔ اسی good governance والے صوبہ میں ہر سال 9 لاکھ بچے سکول نہ ہونے کی وجہ سے ورکشاپوں کا رخ کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ جنوبی پنجاب آج اس good governance سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔ ان کی اس effort پر میں ان کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں اور سمجھتی ہوں کہ یہ effort زیادہ دن تک روکی نہیں جا سکتی۔ اُن کو اُن کا حق ملنا چاہئے کیونکہ اس good governance کی وجہ سے وہاں پر بچیوں کے drop out کی شرح 50 فیصد ہوگئی ہے اور پھر بھی ہم کہتے ہیں کہ good governance ہے۔ ہم سمجھتے تھے کہ literacy rate 100 percent جائے گا اگر نہیں جا سکا تو کم از کم جتنا پچھلی حکومت نے چھوڑا تھا، جتنے سکول چھوڑے تھے، جتنے کالج چھوڑے تھے یہ اتنے تو رہنے دیتے۔ وہ literacy rate 62 percent سے کم ہو کر 58 فیصد پر آگیا ہے اور پھر بھی good governance ہے۔ اسی صوبہ میں ہر سال پچاس ہزار سائنس ٹیچروں کی کمی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ہائی سکول کی enrollment میں 23 فیصد کمی واقع ہوئی ہے۔ 2009 سے اب تک نصابی کتب کی قیمتوں میں 50 فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ دس سالوں میں پہلی دفعہ ہوا ہے اور یہ ریکارڈ اس حکومت نے قائم کیا ہے۔ انہوں نے ایک ریکارڈ اور قائم کیا ہے کہ اس دفعہ good governance کی وجہ سے یہ ہوا ہے کہ سکولوں میں کلاسیں شروع ہوگئیں لیکن ان کی کتابیں تین مہینے تک آئی ہی نہیں۔ پھر بچوں نے کیا پڑھنا تھا، کیا یہ بجٹ کی تقاریر پڑھنی تھی جو ساری تشہیر پر مشتمل

ہے؟ صرف 70 فیصد سکول اس پنجاب میں ایسے ہیں جہاں پر بچوں کے پاس پینے کے لئے صاف پانی نہیں ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ قوم ہماری ہے اور یہ بچے ہمارے ہیں۔ کیا ہم اپنے بچوں کو مرنے کے لئے چھوڑ رہے ہیں، گندہ پانی پینے کے لئے چھوڑ رہے ہیں اور یہ 70 فیصد سکولوں کا مطلب کیا ہے، یہاں پر سکول ہی کتنے functional ہیں؟ جو باقی functional ہیں اور چل رہے ہیں ان کو ہم نے نام نہاد "NGOs" کے سپرد کر دیا ہے جو ہمارے بچوں کی تصویریں دکھا کر foreign countries سے aid لیتی ہیں۔ وہ سکول جہاں پر upgradation کی ضرورت ہے اور جہاں missing facilities کی ضرورت ہے ان سکولوں کو "NGOs" کے حوالے کیوں نہیں کیا جاتا؟ وسائل، سکول، اساتذہ اور کتابیں ہماری حکومت دیتی ہے تو پھر وہ "NGOs" یہاں پر کیا کر رہی ہیں؟ ماسوائے اس کے کہ وہ اپنی دکانداری چمکا رہی ہیں۔ اس حکومت نے ریکارڈ good governance قائم کیا ہے جس کا ایک ثبوت میں آپ کو دینا چاہتی ہوں کہ اس دور حکومت میں سب سے زیادہ مظاہرے جو حکومت کے خلاف ہوئے ہیں وہ اساتذہ نے کئے ہیں اور اساتذہ وہ لوگ ہیں جن کو کہا جاتا ہے کہ یہ شعبہ پیغمبری سے منسلک لوگ ہیں۔ وہ آپ کے، میرے اور سب لوگوں کے بچوں کو انسان بناتے ہیں۔ ہم انہیں اس کے بدلے میں کیا دے رہے ہیں، ڈنڈے، سوٹے، مکے، ٹھڈے اور جیلیں دے رہے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

MR SPEAKER: Order please, order. Order in the House.

دیکھیں! مجھے مجبور نہ کریں کہ میں کوئی ایسا action لوں۔ آپ لوگوں کی بڑی مہربانی ہو گی۔ جی، محترمہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں ایجوکیشن کے issue پر رپورٹ پیش کرنا چاہتی ہوں کہ یہ کہتے ہیں کہ:

> Pakistan failed to recognize that having the second largest number of children out of the school in the world next to Afghanistan

یہ ان سب کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ آج لاہور، سرگودھا اور فیصل آباد کا جلال آباد اور کندھار سے موازنہ کیا جا رہا ہے اور آج ہم یہاں پر stand کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم یہاں پر hooting کرنے کے لئے بیٹھے ہیں۔ افغانستان سے پاکستان کا موازنہ کیا جا رہا ہے تو میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ 1979 سے They are in a state of war جن کا کچھ عرصہ پہلے ہمارے برادر ممالک اور ہمارے ملک کے دوسرے صوبے بھی ہمارے صوبہ کے ایجوکیشن پروگرام کو Follow کرتے تھے تو آج ہمیں قندھار اور جلال آباد کے ساتھ ملایا جا رہا ہے۔ ہماری آبادی کی شرح میں جس طرح سے اضافہ ہو رہا ہے اور ہم

جس تیزی سے سکولوں کو بند کر رہے ہیں، کیا اب بھی ہم سمجھتے ہیں کہ اس طرح سکولوں کو بند کر کے ہماری قوم ترقی کر سکتی ہے؟

جناب سپیکر! ایک طرف تو پچھلے مالی سال میں ہمارے صوبہ پنجاب کے سرکاری سکولوں کو کروڑوں روپے کے فنڈز release نہیں کئے گئے on the other hand مجھے بہت دکھ ہوا اور مجھے اس بات پر انتہائی تکلیف ہوئی کہ ہمارے حکمرانوں کے کتنے دُہرے معیار ہیں کہ ایک طرف تو جرنیلوں کی شان میں قصیدے بیان کرتے کرتے ہماری زبان نہیں تھکتی اور دوسری طرف چاند باغ سکول مرید کے کسی اور کا سکول نہیں ہے یہ محترم جنرل جیلانی صاحب کا سکول ہے۔ اس سکول کے بچے 60ہزار روپیہ فیس ادا کرتے ہیں اور ان کی خدمت میں 60 ملین روپے پیش کر دیئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، آگے بات کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ ہماری پالیسیاں ہیں اور مجھے حق حاصل ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آپ کی بات سنی گئی ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ وہ چیزیں ہیں جو بجٹ documents میں موجود ہیں، دوسری بات یہ کہ میں سمجھتی ہوں کہ صوبہ پنجاب کا یہ نمائندہ ایوان ہے اور ہم یہاں پر لوگوں کے حقوق کے لئے fight کرتے ہیں۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ میرے صوبہ کے لوگوں کے بچوں اور سکولوں کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے کہ ایک طرف آپ جنرل جیلانی کے ساتھ اپنے اظہار عقیدت کو نبھانے کے لئے اسے 60 ملین کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں اور دوسری جانب اسی صوبہ کے 63ہزار سکولوں کے بچے ہم لوگوں کو بددعائیں دے رہے ہیں، ہمارے لوگوں کے بچے زمین پر بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں یا لوگوں کے بچوں کے بیٹھنے کے لئے جگہ نہیں ہے، بچوں کے پاس کتابیں بھی نہیں ہیں، یہ کس قسم کا انصاف ہے؟ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: جی، آپ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میں ان کی بات سن رہا ہوں اور یہ مناسب نہیں ہے۔ جی، محترمہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ اس قسم کی حرکتیں کر کے اپنے لیڈر کی توہین کرتے ہیں کہ۔۔۔

MR SPEAKER: No, I say no.

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ regard کرتے ہیں اور اپنے لیڈر کو یہ respect دیتے ہیں shame on you people. (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: جی، آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! آپ انہیں منع کریں، یہ ایوان چلانے کا کون سا طریقہ ہے؟

جناب سپیکر: جی، آپ مجھ سے مخاطب ہو کر بات کریں، ان کو چھوڑیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! بڑی خوشی کی بات ہے کہ جب وزیر اعلیٰ صاحب تشریف لاتے ہیں تو ہمیں بھی ایسی ایسی آوازیں سننے کو مل جاتی ہیں جو ہم سارا سال سننے کو ترستے ہیں کہ شاید ان کے منہ میں بھی زبانیں ہیں۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: جی، آپ لوگ ایوان چلنے دیں گے یا نہیں؟ آپ کی مہربانی، آپ لوگ خاموش رہیں۔ جی!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اسی حکومت نے model colleges کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا اور انہوں نے چالیس کالجوں کو model colleges declare کیا تھا۔ وہاں پر تین سو لیکچرار اور پروفیسروں کی اسامیاں تھیں جو آج تک خالی پڑی ہیں۔ اگر ہمارے model colleges کا یہ حال ہے تو باقی سکولوں اور کالجوں کا تو خدا ہی حافظ ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کے گوش گزار ایک رپورٹ کرنا چاہتی ہوں جو ہمارے صوبہ پنجاب کے Education Reforms Programme پر لکھی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ:

Only 35 percent of the school children age 6 to 16 year can read a story while 50 percent can not.

یہ ہمارے پر نصاب کا standard ہے۔(قطع کلامیاں)

چوہدری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہماری بہنیں تھوڑا صبر کے ساتھ سن لیں، یہ صرف تجاویز ہیں اور بہتری کے لئے باتیں کی جارہی ہیں کیونکہ ان کے اس روّیہ سے کوئی اچھا تاثر پیدا نہیں ہو رہا۔

جناب سپیکر: جی، ان کو خود سوچنا چاہئے کہ یہ بھی اس معزز ایوان کے معزز ممبران ہیں اور کچھ خدا کا خوف کھائیں۔ جی، محترمہ!

جناب ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! یہ کون سی یونیورسٹی کی بات کر رہی ہیں؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! مستی خیل صاحب کے لئے ایک ہی نعرہ لگائیں گے تو وہ دوڑ جائیں گے۔ وزیر اعلیٰ مستی خیل کو چپ کرایا جائے۔

جناب سپیکر: جی،آپ اپنی بات کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میری ایک humble submission ہے کہ اتنی بڑی بڑی رقوم جو آپ نے رکھی ہوئی ہیں اور جس طرح کہا جاتا ہے کہ First deserve then desire۔

جناب سپیکر: منڈا! Let me finish this agenda جی، محترمہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں صرف یہ گزارش کرنا چاہتی ہوں کہ یہ کس قسم کا vision ہے، یہ کس قسم کی پالیسیاں ہیں کہ بیٹھنے کو ڈیسک نہیں ہیں، پھر بھی سکول ہیں، پڑھنے کو کتابیں نہیں ہیں، بسیں ہیں چلانے کو ڈرائیور نہیں ہیں، آئی ٹی لیب بنادی گئی ہیں اور آئی ٹی ٹیچرز نہیں ہیں۔ ہم سائنس پڑھا رہے ہیں لیکن سائنس کے ٹیچرز نہیں ہیں۔ یہ کس قسم کا vision ہے؟ اس طرح کے سہانے خواب دکھانے کے بجائے حسرتیں بہتر ہیں۔ اس حکومت کو ساڑھے تین سال ہو گئے ہیں اور یہ کہتے تھے کہ تعلیمی شعبہ میں اصلاحات لے کر آئیں گے۔

جناب سپیکر! میں کسی figures میں نہیں جانا چاہتی۔ میں ایک بات کرنا چاہتی ہوں کہ جب ہماری حکومت نے 2002 میں take over کیا تھا تو اس وقت لٹریسی ریٹ 42 فیصد تھا۔ ہم نے اپنی good governance اور پالیسیوں کی وجہ سے اس کو 2007 میں increase کر کے 62 فیصد کر دیا۔

جناب سپیکر! آپ کے توسط سے وزیر خزانہ سے ایک درخواست ہے کہ جب وہ اپنی ابھی speech فرمائیں گے تو مجھے صرف یہ بتا دیں اور میں زیادہ حساب کتاب میں نہیں جانا چاہتی کہ ان ساڑھے تین سالوں میں لٹریسی ریٹ کو انہوں نے کتنا increase کیا اور کہاں تک لے کر آئے ہیں؟ صرف مجھے یہ figures چاہئیں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتی ہوں اور میرا یہ خیال ہے کہ اگر کسی حکومت کی کوئی achievement ہے تو ہم سب کو مل کر اس کو appreciate کرنا چاہئے۔ اس side پر بیٹھے کسی بھی بندے کو دانش سکول پر کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ میری تو دلی خواہش ہے کہ یہ 63 ہزار سکول جن کا ہم رونا رو رہے ہیں۔ یہ سارے سکول دانش سکولوں میں convert ہو جائیں، جس دن وزیر اعلیٰ پنجاب یہ کر دیں گے تو میں خود اپنی سیٹ سے کھڑی ہو کر اور اپنی سیٹ سے جا کر ان کو سلیوٹ پیش کروں گی لیکن چند یتیموں کے سر پر دست شفقت رکھنا یہ انصاف نہیں ہے۔ آج یہ خوشاب کے بچے کو میانوالی، بکھر، لیہ بھیج رہے ہیں کہ وہاں جا کر معیاری تعلیم حاصل کرے اور کیوں؟ اس کے اپنے گاؤں اور ضلع کا جو

سکول ہے وہ دانش سکول کیوں نہیں بن رہا؟ اتنی موٹی موٹی رقمیں دانش سکولوں کے لئے رکھی جارہی ہیں۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ اب آپ wind up کریں اور کسی دوسرے کو بھی موقع دیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں بالکل اپنی بات ختم کرتی ہوں اور یہ میں نہیں کہہ رہی بلکہ آپ کا ریکارڈ کہہ رہا ہے۔ جب Hon'able Minister نے On the floor of the House جوابات دیئے تھے جن میں صرف ایک تحصیل بھلوال کا ذکر ہے۔ انہوں نے own کیا ہے اور حکومت کی جانب سے آنے والا جواب ہے کہ ستائیس سکول بغیر عمارت کے ہیں اور خطرناک حالت میں ہیں پھر انہوں نے کہا کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے چوہتر سکول صرف تحصیل بھلوال میں ہیں۔ یہ خود کہتے ہیں کہ خطرناک ہیں تو پھر ان سکولوں کا کیا مستقبل ہے، ان سکولوں میں پڑھنے والے ہمارے بچوں کا کیا مستقبل ہے؟ کیا آپ انہیں خدا کے رحم و کرم پر چھوڑ رہے ہیں، کیا اس بات کا انتظار کیا جارہا ہے کہ کب چھتیں اور دیواریں گریں اور یہ بچے لقمہ اجل بن جائیں، یہ کس قسم کے دعوے ہیں، آپ deserve نہیں کرتے تو پھر اتنی موٹی موٹی رقمیں کیوں مانگتے ہیں؟ یہ کتابیں پکڑلیں، مجھے تو آپ اجازت نہیں دیں گے کیونکہ اس دن بھی جب میں general administration پر آئی تھی۔۔۔

جناب سپیکر: یہ آپ کو پڑھ کر بتانا چاہئے تھا۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہاں پر ایک، ایک صفحے پر دس، دس قسم کی administrations ہیں جن کے لئے کروڑوں روپے رکھے گئے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! اب کسی اور کو بھی بات کرنے دیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میری بات مکمل ہو جائے گی تو وہ بات کرلیں گے۔

جناب سپیکر: دیکھیں، میں نے 4 بجے تک ٹائم بڑھایا ہے، آپ اب مہربانی فرمائیں۔ چودھری صاحب! آپ ذرا اس معاملہ کو دیکھیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں اپنی wind up speech کررہی ہوں۔ ایک، ایک صفحے پر دس، دس قسم کی administrations پھر ان کی جو شاہی خدمت گزار بیوروکریسی ہے اس کے لئے سو طرح کے Special Allowances, Stipends and Honourariums رکھے گئے ہیں۔ یہاں پر "ہاں" یا "ناں" کرنا بہت آسان ہے لیکن میں صرف یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا کبھی کسی نے اپنے

دل پر ہاتھ رکھ کر، اپنے خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ سوچا ہے کہ ہمارے بچے جو ہماری قوم کا مستقبل ہیں ہم انہیں کس تاریکی میں دھکیل رہے ہیں، ان کا مستقبل کیا ہوگا؟ آج ہم نے ان کا یہ حال کر دیا ہے کہ ہمارے غریبوں کے ذہین بچے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور elite class کے نکمے بچے ہاتھوں میں انجینئرنگ اور ڈاکٹری کی ڈگریاں لے کر پھر رہے ہیں اور ان کا منہ چِڑا رہے ہیں۔ میں اس بات سے اپنی wind up speech کر رہی ہوں کہ پھر جب آپ اس کو پاس کرانے کے لئے "ہاں" یا "ناں" کرائیں گے تو مجبوراً اس minority کی حکومت کو جن لوگوں کا سہارا لینا پڑے گا۔۔۔

جناب سپیکر: جی، اب آپ تشریف رکھیں۔ ان کا mike بند کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں اپنی بات ختم کر رہی ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کی بڑی مہربانی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ ایک شعر سُن لیں۔

اصول بیچ کر منصب خریدنے والو
نگاہ اہل وفا میں بہت حقیر ہو تم
وطن کا پاس تمہیں تھا نہ ہو سکے گا کبھی
اپنی ہوس کے بندے ہو بے ضمیر ہو تم

جناب سپیکر: جی، عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہمیشہ کہا جاتا ہے کہ تعلیم اور صحت دو ایسے شعبے ہوتے ہیں۔۔۔

محترمہ دیبا مرزا: ریمنڈ ڈیوس، ریمنڈ ڈیوس۔

جناب سپیکر: محترمہ! میری بات سنیں، آپ بار بار interrupt کر رہی ہیں، یہ اچھی بات نہیں ہے، میں پھر آپ کو اور بھی کچھ کہہ سکتا ہوں۔ آپ کی مہربانی۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "شیم، شیم" کی نعرہ بازی)

MR SPEAKER: Order please, order please.

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! مجھے حیرت یہ ہے کہ چیف منسٹر صاحب یہاں پر خود موجود ہیں اور وہ اگر ان کو منع نہیں کر رہے، اگر اس طرح سے ایوان چلانا ہے تو پھر کوئی بات نہیں کر سکے گا۔

جناب سپیکر: یہ ان کی ذمہ داری نہیں ہے، آپ بات کریں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! ہم نے یہاں پر جھوٹ اور سچ کے سب افسانے سنے جن میں صوبہ پنجاب کی پولیس کو امن کا گہوارہ کہا گیا۔ میں صحت پر بات کروں گی۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "ریمنڈ، ریمنڈ" کی آوازیں)

جناب سپیکر: آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! صحت اور تعلیم ایسے شعبے ہوتے ہیں جو کسی قوم کے آگے بڑھنے کے لئے اور اس قوم کو ترقی کی راہ پر لے جانے کے لئے اہم ہوتے ہیں۔ شروع میں اس بات سے کروں گی کہ اس سال کی بجٹ تقریر میں صفحہ نمبر 16 اور سیریل نمبر 35 پر لکھا ہے کہ "وزیر اعلیٰ پنجاب کی خصوصی ہدایت پر آئندہ مالی سال میں سکول جانے کی عمر کے ہر بچہ کو تعلیم تک رسائی مہیا کی جائے گی یعنی 100% enrollment and 100% retention یقینی بنائی جائے گی۔" بجٹ تقریر بہت اہم document ہوتا ہے اور اس پر اتنی بڑی commitment وہ بھی وزیر اعلیٰ پنجاب کے نام سے کی جا رہی ہے تو میں صرف یہ گزارش کرنا چاہتی ہوں کہ اگلے سال تک، میں یہ نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ کس کو حیات رکھے گا کون نہیں ہوگا لیکن اگر اگلے سال یہ 100 percent enrollment and 100 percent retention پوری نہ ہو اور کوئی ایک بھی بچہ پنجاب میں تعلیم سے محروم رہ گیا تو کیا وزیر اعلیٰ صاحب اس کا onus لینا پسند فرمائیں گے؟

جناب سپیکر! دوسری بات میں یہ کرنا چاہتی ہوں کہ مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے، میں نے پہلے بھی اپنی بجٹ تقریر میں vision کی بات کی تھی اور جب بجٹ تقریر wind up ہوئی مجھے تو میرے کسی سوال کا جواب نہیں ملا۔ بڑی خوشی کی بات ہے میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن صاحب یہاں پر موجود ہیں جو اپنے بڑوں کی طرح اس ایوان کو کم ہی رونق بخشتے ہیں۔ تعلیم کے شعبے میں عجیب vision یہ ہے کہ ہم laptops دے رہے ہیں جو بچے وظائف لیتے ہیں اچھی بات ہے لیکن یہ بتائیں کہ آپ بنیادی تعلیم کے لئے کیا کر رہے ہیں؟ اصل چیز تو بنیادی تعلیم ہے۔ جو بچے سکول نہیں جاتے یا پرائمری ایجوکیشن کے لئے آپ کا vision کیا ہے وہ مجھے اس پوری بجٹ تقریر میں نظر نہیں آیا اور 63000 جو سکول ہیں ان میں سے 43000 سکول on record موجود ہیں جن کے اندر missing facilities ہیں اور میں صرف دو تین چیزیں رپورٹ کروں گی اور مستی خیل صاحب کو بتا دوں کہ یہ وہ رپورٹس ہیں جو میڈیا میں آ چکی ہیں اور سب نے دیکھیں، خاص طور پر ایک ٹی وی پروگرام جو ایجوکیشن پر تھا اس میں مجتبیٰ شجاع

الرحمٰن صاحب تشریف نہیں لائے تھے۔اس میں وزیر تعلیم مجتبیٰ شجاع الرحمٰن صاحب کے اپنے حلقے میں،ان کی وزارت کے دفتر کی back side پر جو سکول ہے اس کی حالت ایکسپریس ٹی وی پر دکھائی گئی۔ شرم آتی تھی کہ اگر لاہور کے اندر،وزیر تعلیم کے اپنے حلقہ انتخاب کے اندر سکولوں کی یہ حالت ہے تو راجن پور اور لیہ کے لوگ صحیح روتے ہیں،وہ حق بجانب ہیں۔اس کے بعد محترم قائد حزب اختلاف قومی اسمبلی،چودھری نثار احمد خان صاحب وہ ہمیں قومی اسمبلی میں بیٹھ کر good governance پر بڑے لیکچر دیتے ہیں ان کے اپنے حلقہ انتخاب کے اندر گلیوں میں بچے نالیوں پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کر رہے ہیں کیونکہ ان کا سکول ایک rented building میں تھا،اس کا rent ادا نہیں کیا گیا،ان بچوں کو اُٹھا کر باہر پھینک دیا گیا،یہ ہے good governance۔اگر ہمارے حلقہ انتخاب میں آپ سکولوں کو نہ پوچھیں بات سمجھ میں آتی ہے۔ سائرہ افضل تارڑ صاحبہ جو ایم این اے ہیں جو سابق صدر پاکستان کی بہو ہیں ان کے حلقہ میں بچے قبرستان میں بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔یہ آپ کے سکولوں کی اصل situation ہے۔ فیصل آباد میں بہت بڑے بڑے لوگ جو ہیں ان کے حلقہ انتخاب میں گدھے اور بچے اکٹھے گراؤنڈ میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہ پنجاب کی تعلیم کی اصل situation ہے۔ابھی جو facts and figures دکھائے جائیں گے،سہانی باتیں کی جائیں گی اور ہمیشہ کی طرح ایک کاغذی کارروائی تو ہو گی لیکن جو اصلیت ہے وہ میڈیا بھی دِکھا رہا ہے اور لوگوں کو بھی نظر آ رہی ہے۔

جناب سپیکر: جلدی wind up کریں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! مجھے بات کرتے ہوئے hardly تین یا چار منٹ ہوئے ہوں گے میں زیادہ ٹائم نہیں لوں گی۔ مجھے اندازہ ہے کہ انہوں نے wind up کرنا ہے لیکن اب سکولوں کی upgradation کے لئے ایک ارب روپے سے زائد رقم دی گئی ہے اور جو 2500 بنیادی سکول ہیں جس میں missing facilities کے لئے 4۔ارب روپے رکھا گیا ہے،43ہزار سکول on record موجود ہیں جن کے اندر پنجاب میں missing facilities ہیں اگر میں اس کو تقسیم کرنے لگوں کہ پچھلے تین سال میں کیا ہوا،چار سال میں کیا ہوا،میں ان سے اس کا کیا حساب مانگوں اور یہ بھلا کیا حساب دیں گے ؟اگلے سال جب اس جمہوری حکومت کے پانچ سال پورے ہونے جا رہے ہیں اگر میں مان بھی لوں کہ ان 2500 سکولوں میں missing facilities پوری کر دی جائیں گی تو کیا پنجاب کے لوگ اور پنجاب کی عوام کو 43000 سکولوں میں سے صرف 5000 سکولوں کو missing facilities دی

جائیں گی؟ کیا یہ بہت بڑا double standard اور منافقانہ سیاست نہیں ہو گی۔ایک طرف 2 فیصد بچوں کے لئے آپ دانش سکول بنانے جا رہے ہیں جہاں آپ کو grass root level پر تعلیم دینی ہے، جہاں ہر گلی محلہ میں پہلے ہی سے سکول موجود ہیں وہاں پر 144 سکولوں کو Centre of Excellence بنانا تھا وہ کہیں نظر نہیں آیا اور نہیں ہوا اور جو آپ نے کمپیوٹر دیئے ہیں، میں نے ایک جگہ اس کا ذکر کیا ایک بہت ذمہ دار صاحب میرے ساتھ حکومت پنجاب کی طرف سے categorically موجود تھے اور میں نے ان کو اس وقت بھی چیلنج کیا تھا، میری خواہش ہو گی کہ جب وزیر تعلیم wind up کریں تو وہ یہ فرمادیں کہ کون کون سے ڈسٹرکٹ میں کمپیوٹر لیب تیار ہیں اور functional ہیں؟ سب سے بڑی بات functional ہونے کی ہے کیونکہ میں چیلنج سے کہتی ہوں کہ جہاں کمپیوٹر دیئے گئے وہاں اب غائب ہو چکے ہیں نہ کمپیوٹر لیب اُس طرح سے کام کر رہی ہیں۔ اربوں روپیہ کمپیوٹر لیب کے نام پر لگایا جا رہا ہے یہ بھی ایک حیرت انگیز بات ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "جھوٹ، جھوٹ" کی آوازیں)

جناب سپیکر: بڑی مہربانی، بس اب آپ wind up کریں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں صرف ایک دو باتیں کر کے اجازت چاہوں گی۔

جناب سپیکر: محترمہ! ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: ٹائم بالکل ختم ہو گیا ہے۔ میں بس wind up کر رہی ہوں۔

جناب سپیکر: میں نے اُن سے جواب لینا ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "ریمنڈ، ریمنڈ" کی آوازیں)

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! پنجاب حکومت کی ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے حوالے سے جو advertisement and publicity ہے اس کے لئے 15 کروڑ روپے علیحدہ رکھے گئے ہیں اور اس کے بعد advertisement and publicity charges, allocation for awareness campaign یعنی 30 کروڑ روپے شہباز شریف صاحب کی publicity کے لئے ہم حکومت پنجاب کو ادا کریں گے، یہ کتنی بڑی منافقت ہے۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے اب بس کریں، بڑی مہربانی۔ کوئی relevancy نہیں ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے

"ریمنڈ کا جو یار ہے غدار ہے، غدار ہے" کی آوازیں)

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! مجھے بات کر لینے دیں آپ نے باقی لوگوں کو unlimited time دیا ہے۔

جناب سپیکر: جی نہیں، ایسے نہیں ہوا۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں نے کوئی irrelevant بات نہیں کی۔ میں ایک منٹ میں wind up کرتی ہوں، آپ مجھے ٹائم دیں۔

جناب سپیکر: نہیں، میں پابند تو نہیں ہوں۔ میں نے اُن کی بات بھی سُننی ہے۔ مہربانی کریں، ایوان کا ٹائم ختم ہو چکا ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! وزیر صاحب کے لئے بھی تو آپ ایوان کا ٹائم بڑھائیں گے وہ اس ایوان کے ممبر ہیں تو آپ میرے لئے کیوں نہیں بڑھا سکتے ؟

جناب سپیکر: جی، میں نے ان سے جواب لینا ہے۔ (قطع کلامیاں)

اگر آپ اسی طرح بحث کرنا چاہتی ہیں تو آپ کی مرضی ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں نے آپ سے ایک منٹ مانگا ہے، مجھے ایک منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر: چلیں، ایک منٹ سے زیادہ میں آپ کو ٹائم نہیں دوں گا۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! چیف منسٹر مانیٹرنگ فورس جس کے اندر اکسٹھ ملازمین ہیں یہ مانیٹرنگ فورس کیا کر رہی ہے ؟ مجھے اس کی سمجھ نہیں آتی اور بے تحاشا باتیں میں کرنا چاہتی ہوں محکمہ تعلیم میں ہیلی کا پٹر کون استعمال کرتا ہے ؟ اس کی مدات میں لاکھوں روپے رکھے گئے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی، آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔ ایوان کا وقت دس منٹ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

چوہدری ظہیر الدین خان: جناب والا! میری یہ گزارش ہو گی کہ دو ممبران کو اگر دو دو منٹ دے دیئے جائیں تو مہربانی ہو گی۔

جناب سپیکر: یہ دو منٹ کا مطلب کیا ہو گا؟

چودھری ظہیر الدین خان: صرف دو منٹ ہی ہوگا۔

جناب سپیکر: دیکھیں، چودھری صاحب! آپ نے جو commitment کی ہے۔۔۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب والا! وہ بھی اگر آپ اجازت دیں گے تو۔۔۔

جناب سپیکر: کل جو آپ کے پاس ٹائم ہوگا اس میں بول لیں۔ آج مہربانی فرمائیں اور مجھے ان سے wind up کرانے دیں۔ جی، وزیر تعلیم!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! میں ایجوکیشن پر اپنے points دینا چاہتی تھی۔

جناب سپیکر: مجھے اب ان کی بات سننے دیں، بڑی مہربانی۔

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ۔۔۔

جناب سپیکر: آپ ذرا جلدی مہربانی کریں، ٹائم بہت short ہے۔

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): جناب سپیکر! جس طرح سے اپوزیشن نے محکمہ تعلیم کی cut motion پر بات کی، میرا یہ خیال تھا کہ حکومت کو کوئی اچھی تجاویز دیں گے مگر انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے تنقید برائے تنقید پر عمل پیرا ہوتے ہوئے باتیں کیں۔ حکومت پنجاب کے متعلق میں آپ کی وساطت سے یہ بتانا چاہوں گا کہ حکومت پنجاب اور میاں محمد شہباز شریف کی یہ top priority ہے اور ہم پنجاب کے 9 کروڑ عوام کو quality education provide کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر پڑھے لکھے پنجاب کی بھی بات کروں گا، وہ لوگ جو یہاں پر پڑھے لکھے پنجاب کی بات کرتے تھے میرا ان سے یہ سوال ہے کہ آج پنجاب کے ہزاروں سکولوں میں missing facilities ہیں، کیا پچھلے پانچ سالہ دور میں جب ایک آمر، جابر اور ڈکٹیٹر کو دس دس دفعہ صدر بنانے کی بات کرتے تھے تو اس وقت ان کو ان چیزوں کا خیال نہیں آیا؟ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آج انہوں نے یہاں پر کھڑے ہو کر جنرل جیلانی کے سکول کی، بات کی وہ جنرل جیلانی کا سکول نہیں ہے۔ میں ریکارڈ درست کرنا چاہتا ہوں اور ان کو یہ بتانا چاہتا ہوں، چاند باغ سکول ایک ٹرسٹ کا سکول ہے اور اس میں چھ سو سے زیادہ بچے پڑھتے ہیں اور وہاں پر غریبوں، یتیموں کے بچے بھی پڑھتے ہیں اور وہاں پر quality education provide کی جاتی ہے، وہ ایک اچھا ادارہ ہے اور وہاں پر وہ positions hold کرتے ہیں۔ میں ان کو یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ پچھلے دور میں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ اپنی بات کریں، ان کو چھوڑیں۔

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب والا! پچھلے دور میں ان کے چیف منسٹر نے کروڑوں روپے LUMS اور University of Management(UMT) دیئے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! یہ پچھلے دور پر ہی بات کرتے رہیں گے۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: ان کو بات کرنے دیں۔آپ کی بات کا انہوں نے جواب نہیں دینا۔آپ آرام سے سنیں، مہربانی کریں۔

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب والا! اس معزز ایوان کو میں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ یہاں پر بات کی گئی کہ پچھلے سال پنجاب کا جو بجٹ تھا اس میں revised allocation کرکے کمی کی گئی۔آپ کو پتا ہے کہ پچھلے سال جو سیلاب آیا تھا اور اس میں جو تباہی ہوئی تھی پنجاب کے لاکھوں لوگ گھروں سے بے گھر ہو گئے تھے اور واحد صوبہ پنجاب ہے جس نے سیلاب میں جتنے سکول اور کالج damage ہوئے تھے ان سب کو repair کیا۔وہاں پر چھ لاکھ سے زیادہ بچوں کو دوبارہ سے کتابیں فراہم کیں جن کی کتابیں اس سیلاب میں بہہ گئی تھیں جس کی وجہ سے ہمیں بجٹ میں کٹوتی کرنی پڑی اور رقم کم ہوئی۔ ہم نے جو پچھلے سال کا بجٹ رکھا تھا اس سال کے بجٹ میں 16 فیصد اضافہ کیا۔یہاں پر یہ بھی بات کی گئی کیونکہ میں یہاں پر ان کی کچھ باتوں کا جواب دینا چاہوں گا۔یہاں پر SNE کے حوالے سے بات ہوئی، میرے خیال میں نوشیر خان لنگڑیال صاحب نے بات کی تھی، میں ان کو بتانا چاہوں گا کہ 04-2003 میں جو سکول بنے تھے ان کی عمارتیں کھڑی تھیں یہ تو اپنے دور میں ایک بھی SNE approve نہیں کرا سکے اس سال ہم نے تمام SNEs approve کر دی ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین) اس وقت محکمہ خزانہ سے SNEs approve ہو چکی ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ان چھٹیوں کے دوران ہم آٹھ ہزار سے زائد Teachers recruit کریں گے اور ان سکولوں میں provide کر دیئے جائیں گے۔گرمیوں کی چھٹیوں کے دوران۔۔۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے
"غریبوں کو پڑھانا ہے، پاکستان کو بچانا ہے" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر: بس کریں، مہربانی۔

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): جناب والا! یہاں پر rationalization کے حوالے سے بات کی گئی، میں یہاں پر یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ rationalization میں ہم نے 1.35 کے حساب سے تمام پنجاب میں students teachers ratio کو ملحوظ خاطر رکھا اور تمام سکولوں میں Teachers provide کئے کوئی سکول rationalization کی وجہ سے بند نہیں ہوئے صرف وہ سکول جن میں طلباء کی تعداد کم تھی اور جہاں پر طلباء نہیں تھے اور جہاں اگر Teachers بیٹھے تھے اور students نہیں تھے اور کہیں پر students کی تعداد بہت کم تھی تو ان سکولوں کو ہم نے merge کیا ہے اس پر جو ہماری cost زیادہ آ رہی تھی اور وہ سکول properly نہیں چل رہے تھے تو ہم نے دوسرے سکولوں کے ساتھ اس کو merge کیا ہے۔ اس وقت ہمارے اکسٹھ ہزار سکول پنجاب میں ہیں اور یہاں پر یہ بات بھی کی گئی کہ تینتالیس ہزار سکولوں میں missing facilities ہیں میں ان کو یہ کہوں گا کہ آپ اپنا ریکارڈ درست کیجئے اس وقت پنجاب میں تقریباً اٹھارہ ہزار سکول ایسے ہیں جو missing facilities کی مد میں آتے ہیں۔ میں ان کو یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ ان اٹھارہ ہزار سکولوں کے لئے اگر ہم تمام missing facilities provide کریں تو اس کے لئے ہمیں ڈیڑھ سو ارب روپیہ درکار ہے۔ پنجاب کا جو ٹوٹل ڈویلپمنٹ بجٹ ہے وہ آپ جانتے ہیں کہ اس سال 220- ارب روپے کا ہے اور پچھلے سال 190- ارب روپے کا تھا اس کے علاوہ ہماری اتنی capacity بھی نہیں ہے کہ ہم اس مد میں اضافہ کر سکیں۔ اس سال بھی ہم نے 4- ارب روپیہ سکولوں کی missing facilities کے لئے رکھا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس سے پچیس سو سکولوں میں missing facilities provide کریں گے یہاں پر اساتذہ کے حوالے سے بھی بات کی گئی انہوں نے کہا کہ اساتذہ کو ہمارے دور میں بہت تکلیفیں پہنچائی گئیں تو میں یہاں on record یہ بتانا چاہوں گا کہ ہمارے دور میں ڈیڑھ لاکھ ملازمین کو جو کہ پچھلے دور حکومت میں contract پر تھے ان کو regularize کیا گیا جس میں تقریباً پچاس ہزار اساتذہ بھی شامل ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! جو ہمارے پرائمری PST Teachers تھے ان کو گریڈ 7 سے upgrade کر کے گریڈ 9 میں کر دیا، اسی طرح جو ہمارے EST Teachers تھے جو گریڈ 9 میں تھے ان کی پوسٹ کو بھی گریڈ 14 میں upgrade کر دیا اور پچھلے سال ہماری حکومت نے، وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے خصوصی طور پر ان کی پوسٹوں کو اپ گریڈ کیا جس سے اساتذہ کرام بہت زیادہ facilitate ہوئے۔ کالجوں میں جو پچھلے دور میں لوگ contract پر بھرتی ہوئے تھے ان کو بھی ہم نے

regularize کیا اور ان اساتذہ کو بھی جن کے پانچ سال ہو گئے تھے ان کو بھی ہم نے regularize کر دیا۔ یہاں پر کمپیوٹر لیب کے حوالے سے بھی بات کی گئی میں معزز ممبر کو یہ بتانا چاہوں گا کہ ہمارے چھتیس اضلاع میں 4ہزار 286 کمپیوٹر لیب ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان میں سے 90 فیصد لیب اس وقت operational ہیں اور ہمارے کمپیوٹر کے اساتذہ کرام بھی available ہیں۔۔۔

محترمہ سیمل کامران: یہ غلط بات ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! cross talk منع ہے۔ Please carry on. پانچ منٹ کے لئے ایوان کا ٹائم بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! یہاں مفت کتب کے حوالے سے بات کی گئی میں اس سلسلے میں بتانا چاہوں گا کہ ہم نے اس سال کے بجٹ میں مفت کتب کے لئے 2۔ارب 20 کروڑ روپیہ مختص کیا ہے۔ ہم نے پچھلے سال ایک کروڑ بیس لاکھ طلباء کو مفت کتابیں مہیا کی تھیں۔۔۔

محترمہ سیمل کامران: بھل گئے نیں۔۔۔

جناب سپیکر: وہ میری طرف دیکھ رہے ہیں کہ ٹائم نہیں بڑھا۔ میں نے پانچ منٹ ٹائم بڑھا دیا ہے۔

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! انہوں نے non development side پر cut motion دی تھی اس میں انہوں نے جو چیزیں پوچھی ہیں میں ان کا جواب دینا چاہ رہا ہوں۔ یہاں پر یہ بات کی گئی کہ اس سال کے بجٹ میں کمی ہوئی ہے میں اس سلسلے میں بتانا چاہتا ہوں کہ پچھلے سال پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کا بجٹ 4.5 billions تھا اور یہ non development side پر تھا لیکن اس دفعہ بجٹ میں 6۔ارب روپیہ رکھا گیا اور اسے development side پر لے کر گئے ہیں۔ پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپ کے تحت سکولوں میں بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے اور ہم پرائیویٹ سکولوں کو ساتھ لے کر آتے ہیں، جہاں پر سرکاری سکول available نہیں ہیں وہاں پر ہم غریبوں کے بچوں کو ان پرائیویٹ سکولوں میں پڑھاتے ہیں۔ پچھلے سال جو 4.5 billions تھا اس سال اسے بڑھا کر 6 billions کر دیا ہے۔ اس وقت پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تحت جو دس لاکھ بچے تعلیم حاصل کر رہے تھے جنہیں ہم مفت کتب بھی مہیا کر رہے تھے ان کی فیسیں بھی ادا کر رہے تھے، ہم اس سال اس 6۔ارب روپے سے انشاء اللہ پندرہ لاکھ بچوں کو پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تحت تعلیم کے زیور سے آراستہ وپیراستہ کریں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! ہم اس سال بجٹ میں اعلیٰ تعلیمی کارکردگی کے حامل ہونہار طلباء کو 2-ارب روپے کی خطیر رقم سے ایک لاکھ لیپ ٹاپ کمپیوٹر دے رہے ہیں۔ میں یہاں پر بتانا چاہوں گا کہ ہماری حکومت نے وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب کی سربراہی میں پچھلے تین سالوں میں ایجوکیشن سیکٹر میں جو initiatives لئے ہیں، جو reforms لے کر آئے ہیں ان کی پاکستان کی تریسٹھ سالہ تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں یہاں پر ذکر کروں گا کہ Punjab Endowment Fund پنجاب حکومت کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جس طرح ہم schools side پر بچوں کو کلاس اول سے میٹرک تک مفت تعلیم مہیا کر رہے ہیں۔ میں یہاں پر لٹریسی ریٹ کے حوالے سے بھی بات کرنا چاہوں گا کہ ہم اس School Massive Primary Enrollment کے road map کے تحت enrollments کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم نے پنجاب کے چھتیس اضلاع میں جو سروے کیا تھا اس میں تینتیس لاکھ ایسے بچے تھے جن کی عمریں پانچ سے نو سال تھی اور وہ سکولوں سے باہر تھے۔ میں نے آج اپنے محکمے سے اس کا ریکارڈ لیا ہے اس کے مطابق جب ہم نے اس سال 7-اپریل کو Primary Enrollment drive شروع کی تھی تو اس سے ہم 80 فیصد تک بچوں کو سکولوں تک لے آئے ہیں اور ہمارا یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ یہاں پر لٹریسی ریٹ کے حوالے سے بات کی گئی اور یہاں جو quote figures کر رہے تھے پتا نہیں یہ کس NGO کی غلط figures یہاں معزز ایوان میں quote کر رہے تھے میں ان سے کہوں گا کہ یہاں پر حقائق بیان کریں اس معزز ایوان میں غلط quote figures نہیں کرنی چاہئیں۔

جناب سپیکر! پچھلے سال اور اس سال بھی ہمارے وزیراعلیٰ نے talented students جنہوں نے امتحانات میں اعلیٰ کارکردگی دکھائی ان کے لئے cash prizes رکھے اور طلباء کو study tours پر بھی بھیجا، وزیراعلیٰ کے تقریری مقابلہ جات کے انعقاد کے لئے جو یونین کونسل سے شروع ہو کر صوبائی سطح پر ختم ہوتے ہیں ان کے لئے 445 ملین روپے رکھے ہیں۔ ہم نے کالجوں میں اساتذہ کی کمی کو پورا کرنے کے لئے 3998 لیکچراروں کی بھرتی کے لئے پنجاب پبلک سروس کمیشن کو سفارشات بھجوا دیں اور انشاء اللہ یہ بھرتی بھی ہو جائے گی اور ہم نے اس سال کالج کے 2024 اساتذہ کو بھرتی کیا ہے جن کی تعیناتی کا کام مکمل ہو گیا ہے۔ یہ ہمارے بہت سارے initiatives ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: ایوان کا ٹائم مزید پانچ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ ہم اگلے سال میں Punjab Endowment Fund سے دس طالب علموں کو ترکی کی اعلیٰ یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیج رہے ہیں اور دس طالب علموں کو دنیا کی top hundred universities جو کہ IV league universities ہیں میں بھیج رہے ہیں۔ میں یہاں پر یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ اس وقت پنجاب کا literacy rate 62 percent ہے، 2007 میں پنجاب کا literacy rate 54 percent تھا، اب جس طرح ہم پنجاب میں تعلیم کے شعبے کے لئے کام کر رہے ہیں ہم پنجاب کے ایک ایک بچے اور بچی کو جس طرح تعلیم کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کر رہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن دور نہیں جب ہم millennium development goal achieve کریں گے اور انشاء اللہ پنجاب کا literacy rate 100 percent ہو گا۔

جناب سپیکر: یہ بتائیں کہ ان کی تحریک کا کیا کیا جائے۔

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میں یہی کہوں گا کہ ان کی تحریک کو خارج کیا جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"25-ارب 59 کروڑ 45 لاکھ 31 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21015 "تعلیم" کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 25-ارب 59 کروڑ 45 لاکھ 31 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ "تعلیم" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: اب اجلاس کل بروز بدھ مورخہ 22-جون 2011 صبح دس بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔